ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

قیمت ۴۰ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

۱۵ ربیع الاول ۲۲ مئی
۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ: قاری فیوض الرحمٰن

اہلِ ایمان کے لئے دعائے مغفرت کے بہترین الفاظ

مومن مردوں اور عورتوں سب کے لئے مغفرت کے بہترین الفاظ وہ ہیں جو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (سورہ ابراہیم)

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور قیامت کے دن تمام ہی ایمان والوں کی مغفرت فرما دے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِينَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو بندہ عام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے ہر روز ۲۷ دفعہ اللہ تعالےٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا وہ اللہ کے اُن مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے"۔

تشریح اللہ تعالےٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت و خیرخواہی اور ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ (کنزالعمال)

سب مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اس لئے لوگوں میں اللہ کو زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہنچائیں۔ پھر جس طرح مخلوق کے لئے کھانے، کپڑے کی قسم کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنا اور ان کو راحت و آرام پہنچانا وغیرہ اس دنیا میں ان کی خدمت اور نفع رسانی کی صورتیں ہیں اسی طرح اللہ تعالےٰ سے بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بھی اخروی زندگی کے لحاظ سے ان کی بہت بڑی خدمت اور ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہے اور اس کی قدر و قیمت آخرت میں اس وقت معلوم ہو گی جب یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ کسی کے استغفار نے کسی کو کیا دلوایا اور کتنا نفع پہنچایا۔ پس جو مخلص بندے دل کی گہرائی سے ایمان والے بندے بندیوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور دن رات میں بار بار کرتے ہیں (جس کا کورس اس حدیث میں ۲۷ بتایا گیا ہے) وہ تمام مومنین و مومنات کے خاص الخاص محسن اور گویا آخرت کے لحاظ سے "اصحابِ خدمت" ہیں اور اپنے اس عمل سے اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ ایسے مقرب اور مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی دعائیں سُنی جاتی ہیں اور ان کی دعاؤں کی برکت سے دنیا والوں کو اللہ تعالےٰ رزق دیتا ہے۔

لیکن یہ بات یہاں قابلِ لحاظ ہے کہ اس دنیا میں تو ہر انسان بلکہ ہر جاندار کی خدمت اور اس کو ضروری درجہ کا آرام پہنچانے کی کوشش حدیث پاک "فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ صَدَقَةٌ" کے تحت نیکی اور کارِ ثواب ہے لیکن اللہ سے مغفرت اور جنت کی دعا صرف اہلِ ایمان ہی کے لئے کی جا سکتی ہے۔ کفر و شرک والے جب تک اس سے توبہ نہ کریں مغفرت اور جنت کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے واسطے مغفرت اور جنت کی دعا بھی نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید میں صاف حکم ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ (توبہ آیت ۱۱۳)

"لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی، اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے، جبکہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے"۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رح لکھتے ہیں "مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بک چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اُسی کے ہو کر رہیں۔ اللہ کے دشمنوں سے جن کا دشمنِ خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں، خواہ یہ دشمنانِ خدا ان کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں، جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آ چکی ہو اس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ — کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں"۔ ہاں ان کے واسطے ہدایت اور توبہ کی توفیق کی دعا کرنی چاہیے جس کے بعد ان کے لئے مغفرت اور جنت کا دروازہ کھل سکے — ان کے حق میں یہی دعا کرنا ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی اور خیر خواہی ہے۔

کفر کی ظلمت میں توحید کی مشعل جلی
ہادیِ دیں شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے
بجھ گئے آتش کدے اور گر پڑے لات و منات
جب حبیبِ خالقِ ارض و سما پیدا ہوئے

حافظ نور محمد انور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ
۲۲ مئی ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

آج کا دن ۔ مقدّس تقاضے

آج ۱۲ ربیع الاوّل ——— کو سید الکونین (صلی اللہ علیہ وسلم) خالقِ دو جہاں کے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بساطِ ہستی پر جلوہ افروز ہوئے آج کے دن صحرائے عرب کی سنگلاخ و شعلہ بار سرزمین میں وہ پھول مہکا جس کی عطر بیزی سے کرّۂ ارض عنبر فشاں بن گیا — آج کے دن آتش کدۂ ایران کی صدیوں سے دہکتی ہوئی آگ سرد ہوئی — آج کے دن ظلمت کدہ دہر میں وہ شمع رسالت روشن ہوئی کہ اطراف و اکنافِ عالم میں رُشد و ہدایت کا نور پھیل گیا — آج کے دن شہنشاہوں کے فلک بوس محلات میں دراڑیں پڑ گئیں، نوشیروانِ عادل کے ہیبت ناک قلعہ کے کنگرے گر گئے اور پیٹ پر پتھر باندھ کر اعلائے کلمۃ الحق کرنے والوں کی عظمت کا دور شروع ہوا — آج کا دن لات و ہُبل اور دوسرے خودساختہ خداؤں کی موت کا پیغام بن کر آیا۔ فرعونیت و آمریت اور قارونیت و ملوکیت کے بُت پاش پاش ہو گئے۔ ظلم و تشدد کی چکی میں پسنے والے انسانوں کو غیرتِ ایمان اور عزم و استقلال کی وہ دولت میسّر آئی جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کا جاہ و جلال سرنگوں ہو گیا — اور مساوات و مواخات کے سنہری دَور کا آغاز ہوا جس نے محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا۔

آج ہی کے دن ——— تکمیل دین کے بعد خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس جہانِ فانی سے بظاہر پردہ فرمایا — آج کا دن اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دنیاوی زندگی کی ابتدا اور انتہا کا دن ہے — اسی دن کے ساتھ مرکزیتِ اسلام وابستہ اور شوکتِ اسلام زندہ ہے۔

آج کے دن ——— شہر بشہر میلاد النبی کے نام پر جلوس نکالے جاتے ہیں، جلسے ہوتے ہیں۔ محافلِ میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ ہم خوش الحان نعت خوانوں کی رسیلی و سُریلی آوازوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، مقرروں اور واعظوں کی سحر آفریں تقریروں سے مسحور ہوتے ہیں، برقی قمقموں سے سجے ہوئے در و دیوار پر عشق و محبت میں ڈوب کر لکھے گئے شعر جگمگاتے ہیں — اخبارات و رسائل مختلف رنگوں سے مزیّن قسم قسم کے مضامین پر مشتمل خصوصی ایڈیشن طبع ہوتے ہیں۔

لیکن آج کا دن ——— ہم سے تقاضا کرتا ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

ہم میں سے کتنے ہیں جنھوں نے اپنی سابقہ زندگی میں عملاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کی ہے؟ حضورؐ کی ختمِ نبوّت کے محافظ کتنے ہیں؟ جو اپنی جان کی بازی لگا دیں اور غدارانِ ختمِ نبوّت کا تعاقب جن کا جزوِ ایمان ہے! سیاسی ہنگاموں کی نذر ہونے والے لوگ ہماری توجّہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں لیکن ختمِ نبوّت کی حفاظت میں گولی کھانے والوں کا آج کوئی نام لیوا نہیں۔

آج کا دن ماتم کناں ہے اُن ضمیر فروشوں کے کردار پر جو دنیوی منفعت کی خاطر اسلام میں ترمیمیں کرتے اور اسے امراء کا مذہب بنا کر پیش کرتے اور بدءَ الاسلام غریباً وسیعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء کو یکسر فراموش کر رہے ہیں

آج کا دن ——— نوحہ خواں ہے اُن دینی رہنماؤں کا جن کا علم و فضل سرمایہ دار کی دہلیز پر جبینیں رگڑتا ہے اسلام ان کے سرمایہ کے لئے ڈھال بن کر سامنے آتا ہے اور غریب عوام کو اپنے اس طرزِ عمل سے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسلام سے بیگانہ کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ (حنیف رضا)

عقیدت واحترام کے تقاضے

۱۲ ربیع الاوّل کا دن ہمارے ملک میں

بڑی شان و شوکت اور احترام و عقیدت کے ساتھ منایا جاتا رہا ہے۔

لیکن گذشتہ چند برس سے یہ بات دیکھنے اور سننے میں آ رہی ہے کہ میلاد النبیؐ کے جلوس میں شریک بعض افراد ایسی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں جو نہ صرف اس دن کی عظمت اور احترام کے سراسر منافی ہوتا ہے بلکہ اس سے حضور خاتم الانبیاء، صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور پاکیزہ اخلاقی تعلیمات کی سخت توہین ہوتی ہے۔

میلاد النبیؐ سے منسوب جلوس کو سیاسی جلوس سمجھنا اور اس میں اسی انداز کی بداخلاقی اور فحش گوئی کا مظاہرہ کرنا انسانی شرافت سے بعید ہے۔

آج — جبکہ مختلف جلسے اور جلوسوں کے بارے میں اسلام اور کفر کے معیار قائم کئے جا رہے ہیں ایسے ماحول میں میلاد النبیؐ کے جلسوں اور جلوسوں کو پاکیزہ رکھنا اور ان میں عقیدت و احترام کی فضا قائم کرنا ازبس ضروری ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے حکام نے میلاد النبیؐ کے جلوسوں کو ڈھول ڈھمکوں اور باجوں، شہنائیوں سے پاک رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے منتظمین جلوس کو پابند کیا ہے کہ وہ اس جلوس کو ہر قسم کی خرافات سے مبرا رکھیں اور اس دن کی عظمت و شوکت کو ہمہ وقت ملحوظ رکھیں۔

ہمیں یقین ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپؐ کی پاکیزہ تعلیمات پر ایمان رکھنے والے حضرات اپنے جلسوں، جلوسوں کو اسلامی شوکت و عظمت کے شایانِ شان ہی منائیں گے۔

اسلام دشمن سرگرمیوں کے خلاف متحدہ محاذ

لاہور۔ مورخہ ۱۳ رمئی ۱۹۷۰ء اہالیان لاہور نے مختلف دینی جماعتوں کے رہنماؤں، کارکنوں اور ممتاز شخصیتوں کے اعزاز میں استقبالیہ دیا — یہ اجتماع اسلامی اقدار کے فروغ اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی روک تھام کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔

اس اجتماع میں ملک کی انیس جماعتوں اور ممتاز شخصیتوں نے شرکت فرمائی۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ علماء پاکستان، خاکسار تحریک، پاکستان لیبر پارٹی، جماعت اہل حدیث، تنظیم اہل سنت پاکستان، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیۃ فدایانِ اسلام، شبان الاسلام پاکستان ندوۃ العلماء پاکستان، انجمن خدام الدین لاہور۔ انجمن خدام الدین نوشہرہ، جمعیۃ طلباء اسلام، نظام الطلبہ، حضرات مشائخ، مسلم یوتھ فورس، مدنی جماعت اسلامی پاکستان، انجمن فدایانِ اسلام، مرکزی جمعیۃ اتحاد القراء پاکستان۔ ان کے علاوہ ممتاز شخصیتوں میں سے مولانا عبدالستار صاحب نیازی، مولانا کوثر نیازی صاحب، قاضی نور الحق صاحب ایڈووکیٹ، قاضی محمد سلیم صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے شرکت کی۔

اجتماع کی کارروائی مولانا محمد اجمل صاحب کی تلاوت سے شروع ہوئی اجلاس کی صدارت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ شریف کندیاں نے فرمائی۔

مولانا محمد اجمل صاحب کی تلاوت کے بعد مولانا مفتی محمود صاحب ناظم عمومی کل جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان، مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی، جناب صفدر سلیمی صاحب خاکسار تحریک، جناب بشیر بختیار صاحب پاکستان لیبر پارٹی اور مولانا کوثر نیازی نے اجلاس کے اغراض و مقاصد پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔

تمام شرکاء اجلاس نے ایک "متحدہ دینی محاذ" قائم کرنے کی تجویز پر اتفاق کیا اور مندرجہ ذیل عہدے داروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر: حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ناظم عمومی کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام۔
نائب صدر: حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری تنظیم اہل سنت پاکستان، جناب ابو شوکت صفدر سلیمی صاحب خاکسار تحریک۔ ناظم اعلیٰ: مولانا سید محمود شاہ صاحب گجراتی جمعیۃ علماء پاکستان، جناب بشیر احمد صاحب بختیار پاکستان لیبر پارٹی، قاضی محمد سلیم صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور، خازن: مولانا محمد اکرم صاحب ناظم جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان۔

مجلس شوریٰ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ شریف کندیاں، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب، مولانا صاحبزادہ سید حامد علی شاہ سرگودھا، مولانا مجاہد الحسینی صاحب ندوۃ العلماء، صلاح الدین صاحب ٹیکسلا، مولانا محمد شریف صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، مولانا حافظ خالد محمود صاحب روپڑی جماعت اہل حدیث لاہور، مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدنی جماعت اسلامی ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا غلام قادر صاحب تنظیم اہلسنت پاکستان، طاؤس خاں صاحب لیبر پارٹی، صلاح الدین صاحب ٹیکسلا، جمعیۃ شبان اسلام مغربی پاکستان، شیخ محمد یعقوب صاحب نائب مدار النظام خاکسار تحریک، حافظ خلیل الرحمان ضیاء انجمن فدایان اسلام گوجرانوالہ، نعیم اقبال صاحب قریشی مسلم یوتھ فورس

۴

۴- محمد اسلوب قریشی جمعیۃ طلباء اسلام، قاسم الکبیر صاحب، مولانا وقار حسین طاہر ایم اے جمعیۃ علماء پاکستان، قاری محمد شریف صاحب قصوری جنرل سیکرٹری اتحاد القراء۔

اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے کوشش کرنا آپ کا فرض ہے۔

مجاہد الحسینی

مولانا سید اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ ——— ایک تاریخی سرگزشت

(۵)

تحریک ریشمی رومال میں دین پور کی مرکزیت

ریشمی رومال چونکہ دوسرے پارچات میں چھپا کر رکھا گیا تھا اس لئے سرحد پر سخت تلاشی کے باوجود کسی کو علم نہ ہو سکا۔ شیخ صاحب کو تاکید کی گئی تھی کہ یہ امانت دین پور سے ہوتے ہوئے ہر ممکن طریق سے علاقہ سندھ میں تحریک آزادی کے نامور رہنما شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ حسب ہدایت حج کے لئے روانہ ہو جائیں اور سعودی عرب میں جا کر اسے بانیٔ تحریک حضرت شیخ الہند رح کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اور اگر شیخ عبدالحق صاحب کو راستہ میں ہی کہیں خطرہ پیش آ جائے تو ریشمی رومال پشاور میں تحریک کے ایک اہم رکن خان بہادر حق نواز کو دے دیں اور ان کو صورتِ حال اور پروگرام سے مطلع کر کے حج پر روانہ کر دیا جائے۔

چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب کا پہلے یہی پروگرام تھا کہ حیدر آباد سندھ جا کر یہ امانت منزلِ مقصود تک پہنچا دی جائے۔ لیکن سرحد پر سخت تلاشی اور بار بار پوچھ گچھ سے انہیں خطرہ محسوس ہونے لگا کہ رومال حکومت کے ہاتھ نہ آ جائے اس پر آپ نے بذاتِ خود سندھ کا سفر کرنے کی بجائے یہ امانت حق نواز خاں کے سپرد کر دی۔ انہوں نے سحری کے وقت اپنے ایک معتمد کو دین پور اور سندھ کے لئے روانہ کر دیا۔ وہ شخص امانت لے کر بخیر و عافیت دین پور پہنچ جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پشاور سے ریشمی رومال کی روانگی کے بعد حکومت کے کان میں کوئی بھنک پڑ گئی تھی اس لئے نمازِ فجر سے قبل ہی پشاور میں حق نواز خاں کے مکان پر فوج نے چھاپا مارا اور پورے مکان کی تلاشی و چھان بین کے باوجود کوئی چیز برآمد نہ ہو سکی۔ اس پر حق نواز خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

ادھر یہ امانت پشاور سے صبح چل کر دوسرے دن صبح دس بجے دین پور پہنچتی ہے۔ حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب نے حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اسے حسبِ ہدایت فوراً سندھ روانہ کر دیا۔ مگر شام کے چار بجے وہاں بھی فوج پہنچ گئی اور مکان کا محاصرہ کر کے دس بجے رات تک سخت تلاشی لیتی رہی۔ جب کوئی چیز فوج کے ہاتھ نہ لگی تو انہوں نے حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا اور فیروز پور لے جا کر جیل خانہ میں بند کر دیا۔

اُدھر یہ امانت علاقہ سندھ میں تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مرید معتمد شیخ عبدالرحیم کرپلانی کے حوالہ ہو جاتی ہے۔

شیخ عبدالرحیم ——— مشہور ہندو لیڈر مسٹر اچاریہ کرپلانی کے حقیقی بھائی تھے جو مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے ——— ان کے دوسرے چھوٹے بھائی شیخ عبدالکریم صاحب بھی مسلمان ہو گئے تھے اور وہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جو جنگ بلقان میں شہید ہوئے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب نے رات کی تاریکی میں فقیرانہ بھیس بدل کر روپوش ہو جانے کا منصوبہ بنایا اور اپنی گودڑی میں اس رومال کو سی کر چھپانا چاہتے تھے کہ اچانک فوج کے سپاہی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ اور آتے ہی رومال پر قبضہ کر لیا۔ اتنے میں شیخ عبدالرحیم صاحب نے بھی چھلانگ لگا کر دیوار پھاند لی اور رات کی تاریکی میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور پھر اسی جلاوطنی اور روپوشی کی حالت میں ہی افغانستان سے ہوتے روس چلے گئے۔ اور ایک مدّت کے بعد ہندوستان واپس آئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان میں واپسی پر وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقع سرہند شریف میں آ کر مقیم ہو گئے تھے اور درویشی و فقیری کی حالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

شیخ عبدالرحیم نے گمنامی کی زندگی اس لئے گذاری کہ تحریک ریشمی رومال کا راز افشاء ہونے اور ان کی گرفتاری کی صورت میں کہیں ان کے بزرگوں کو دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ (باقی آئندہ)

★

مقصدِ کون و مکاں آقائے کل پیدا ہوئے
زینتِ ہر دو جہاں فخرِ رسل پیدا ہوئے
آج آتا ہے نظر دنیا کا ہر خطہ بہشت
زائرِ عرشِ بریں شاہِ امم پیدا ہوئے

(حافظ نور محمد انور)

مجلسِ ذکر

ملک کو خون خرابے سے بچاؤ

حضرت عثمانؓ کا اسوۂ حسنہ پیشِ نظر رکھو!

از حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

انّ النفس لامّارۃٌ بالسّوٓء۔
(سورہ یوسف آیت ۵۳)

ترجمہ: بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو کب پیدا فرمایا۔ میرے اور آپ کے علم سے یہ خارج ہے —— بہر حال انبیاء کرام دنیا کے اندر آئے، اُن کی تعلیمات رہتی دنیا تک باقی رہیں گی۔ بالخصوص قرآن کریم کی تعلیمات ہیں، قرآن حکیم کے الفاظ اور قرآن حکیم کی آیات میں ایک نقطے کے اضافہ یا کمی کی توفیق اللہ نے کسی کو نہیں دی۔ پہلی کتابوں کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی پابندی نہیں کی تھی کیونکہ اُن قوموں کی جغرافیائی حدود محدود تھیں اور ایک ایک قوم میں کئی کئی نبی آتے رہے۔ ولکلّ قومٍ ھادٍ۔ (الرعد ۷) ہر قوم کو اللہ تعالیٰ ہادی اور نجات دہندہ عطا فرماتے رہے۔ اسی کو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں بھی ہر صدی کے بعد ایک مجدد آئے گا۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کتنی شاملِ حال ہے۔ اس وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فقرہ اور اس کا یہاں پہ جوڑ یاد آ رہا ہے۔ اللہ نے انہی سے دورۂ حدیث پڑھنے کا شرف بخشا ہے۔ ہم تو گنہگار، سیہ کار ہیں۔ مگر ایک ولیٔ کامل، ایک اپنے دور کے سب سے بڑے مجاہد اعظم، بطلِ جلیل، بطلِ حریت سے علم حدیث حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی قال اللہ و قال الرسول کی جتنی توفیق اللہ نے ان کو دی اس دور کے بڑے بڑے مکاتبِ فکر اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تیرہ چودہ سال مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر حدیث پڑھائی، پھر کلکتہ اور بنگال میں جو حدیث کی خدمت کی وہ الگ، پھر دارالعلوم دیوبند کی اللہ تعالیٰ نے ان کو خدمت کی توفیق دی۔ میں نے جس سال دورۂ حدیث پڑھا ساڑھے چار سو طلبہ تھے اندازہ لگائیے۔ بغیر لاؤڈ سپیکر کے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دن اور رات تقریر فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے طویل سفر کر کے اگر رات کے دو بجے بھی آتے تب بھی گھنٹی بجوا کر طلبہ کو دارالحدیث میں بلا لیتے —— اللہ اکبر —— گھر بعد میں جاتے، سبق پہلے پڑھاتے۔ کیا اللہ نے استقامت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ویسی ہی استقامت نصیب فرمائے۔ کیونکہ ہم بھی انہی کے نام لیوا ہیں۔

تو انہوں نے فرمایا "قرآن حکیم نازل ہوا حجاز میں، پڑھا گیا مصر میں، لکھا گیا بیروت میں، چھپا استنبول میں، سمجھا اور عمل کیا گیا ہند و پاکستان میں"۔ (ہند و پاکستان میں کہہ رہا ہوں وہ صرف ہندوستان فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت پاکستان نہیں بنا تھا) اللہ کی قدرت میرے منہ سے حضرت مدنیؒ کا یہ فقرہ نکلنا شروع ہوا تو کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ جب قرّاء آئے ہیں مصر شام سے تو حضرت مدنیؒ کا قول صحیح ثابت ہو گیا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ آنکھیں اور دماغ تسلیم نہیں کر سکتا تھا لیکن آج اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تعامل بالقرآن جتنا ہمارے ہاں ہے دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ حصہ رسدی کے مطابق جتنا چلا آ رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت تک باقی رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اب تک تو یہ ان صلحاء کا کام تھا جو ماضی میں گذر گئے۔ ان کی خدمات کی بدولت آج ہم چودھویں صدی میں اللہ کے نام سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ وہ اس کام سے سبکدوش ہو کر خدا کو پیارے ہوئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے اندر مجدد کامل بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جس سلسلے میں میں نے حضرت مدنیؒ کے قول کا ابھی حوالہ دیا۔ اندازہ لگائیے کہ دوسرے ہزار سال کا مجدد اللہ نے ہندوستان میں پیدا کیا۔ ہر صدی میں مجدد تو آتے ہی ہیں لیکن ہزار سال کا مجدد اللہ نے ہمیں نصیب فرمایا۔ یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ کو اللہ نے نعمتیں زیادہ دی ہیں تو آپ کی ذمے داریاں بھی زیادہ ہیں۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی خطے میں ہوں اگر کسی مسلمان کو کانٹا بھی چبھ جائے تو دوسرے مسلمان درد محسوس کریں۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ اسی کو اعتصام بحبل اللہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ہند و پاکستان کی ہجرت آپ کے سامنے ہے، اس کا حشر آپ کے سامنے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانے میں ہجرت فرمائی لیکن چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک۔ گذشتہ دنوں

راولپنڈی اور کیمبلپور میں جمعیۃ علماء اسلام کے شاندار اجلاس ہوئے۔ وہاں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قانون کو بالادستی دلانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگائیں ہی لگائیں گے، ہمارا تو مشن ہی یہی ہے، نصب العین ہی یہی ہے، کام ہی یہی ہے، کھاتے ہی اسی کے نام کا ہیں —— (الفاظ میرے ہیں، بیان اُن کا ہے) وہ فرما رہے تھے کہ انسان کے بنائے ہوئے قانون میں اور اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ خالق اور مخلوق میں تفاوت ہے۔ اللہ اور بندے میں جتنا فرق ہے۔ اللہ نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسے آدمی یہاں پیدا کئے۔ نبی چلے گئے۔ لقب اللہ نے اٹھا لیا لیکن مشن جوں کا توں باقی ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل تو جب تک آپ ان کے ساتھ تعاون نہ کریں علماء اکیلے کیا کریں۔ ایک آدمی تو وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے ایک اور ایک مل کر گیارہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں ایک ایک مسلمان دس دس کافروں پر بھاری ہے۔ اور اگر ایمان کامل ہو تو میں کہتا ہوں اس سے بھی زیادہ ہے — آئندہ اس ملک میں سخت انتشار کا خطرہ ہے، خون خرابے اور خانہ جنگی سے اللہ بچائے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ ۱۹۱) حضرت عثمانؓ جیسا مرد دانا، بینا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد، اللہ کے اُس پاکباز بندے کو جو لوگ سبّ و شتم کرتے ہیں اُن کے ایمان کی سلامتی کی اللہ سے دعا کرنی چاہیئے۔ ان کا ایمان نہیں رہ سکتا۔ کسی بھی خلیفۂ راشد کو بددعا دے کر اور ان پر الزام تراشی کر کے اور ان پر اتہام لگا کر—بہر حال میں اس قصّے میں پڑتا نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے دامن کو ان دھبّوں سے بچائے۔ حماقت کی انتہا ہے۔ میں کیا عرض کروں ——

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جگن ناتھ آزاد

خلیق آئے، کریم آئے، رؤف آئے، رحیم آئے

کہا قرآںؐ نے جس کو صاحبِ خُلقِ عظیم آئے

بشر بن کر زمانے کا جمالِ اوّلیںؐ آئے

متاعِ صدق لے کر صادق الوعد و امیںؐ آئے

وہ آئے جن کو کہیئے فخرِ آدمؐ، ہادیٔ اکرمؐ

وہ آئے جن کو لکھیئے زندگی کا محسنِ اعظمؐ!

تجلّی عام فرماتے ہوئے شمس الضحیٰؐ آئے

امام الانبیاء آئے، محمّد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفےٰ آئے

مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلیںؐ آئے

سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعٰلمیںؐ آئے

★

حضرت عثمانؓ کو امیر معاویہؓ نے کہا میرے ہاں چلے آئیے یہاں شورش برپا ہونے کا خطرہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ ساری عمر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ گذری۔ مجاورتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا نے بخشی تو میں جان بچانے کے لئے دمشق جاؤں؟ امیر معاویہؓ نے کہا کہ میں یہاں فوج بھیجتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ "عثمانؓ جان دے دے گا، لیکن اپنے بچاؤ کے لئے کسی ایک مسلمان کا قطرۂ خون بہانے کے لئے تیار نہیں"۔ اخیر میں ان پر حملہ ہو گیا حضراتِ حسنینؓ، حضرت زبیرؓ وغیرھم نے اپنی خدمات پیش کیں لیکن حضرت عثمانؓ نے کہا۔ "مجھے خدا پہ چھوڑ دو —

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا— مجھے اپنی جان کا کوئی خوف نہیں ہے لیکن میں خانہ جنگی برداشت نہیں کر سکتا۔ سو میں یہ کہتا ہوں ملک میں امن و امان قائم رکھنا چاہئے۔ حضرت عثمانؓ خون دے کر بھی ملک میں خانہ جنگی نہیں ہونے دیتے۔ وہ امن قائم رکھتے ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کا دین غالب آئے، بدامنی سے قوم بچ جائے اور تمام ملکِ اسلامیہ میں اسلام کی روح بیدار کرنے کا ذریعہ پاکستان بن جائے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح

ایک قلمی مکالمہ

مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری بجائے خود ایک قلمی چہرہ ہیں اور ذہن کی شوخیوں نے کبھی کبھی ان کے متعلق یہ بھی سوچا ہے کہ وہ بخاری کے بجائے اپ ٹوڈیٹ لاہوری ہوتے، تو کیا ہوتے یعنی ایک منٹ کے لیے فرض کرلیجئے کہ انکے داڑھی نہ ہو اور تہبند کے بجائے، انھیں کسی زمانہ میں انگریزی لباس کی کوئی چیز پسند آجاتی تو ایک عجیب تصویر بنتی۔ جو یو این او کے بخاری کی تصویر سے زیادہ دلکش ہوتی۔ بڑی بڑی آنکھیں جو شمشیر بھی دیکھتی ہیں اور تیشے بھی۔ محرابی پیشانی لمبی لمبی زلفیں بخاری داڑھی جو منت پذیر شانہ نہ ہو تو بگاڑ میں بھی بناؤ کا ایک انداز پیدا کرتی ہے اور کمان سے ابرو، ہونٹ ذرا دبیز جو سوفیصدی مرد ہیں۔ زبان چھوٹی سی مگر بیان میں تلواری نہیں بلکہ ایٹم بم، گلاسیسہ میں ڈھلا ہُوا جو آواز کا آلِ انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان ہے۔ شاہ صاحب کی جوانی واقعی بخارا کے ایک حسین شہزادے کی جوانی ہوگی۔ جو شرع اور شرافت دونوں کا پابند ہو۔ شاہ صاحب یوں تو پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ مگر شاید ان کا نسبی تعلق پٹنہ یعنی بہار سے ہے۔ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جن کا وجود تنگنائے وطنیت سے بالا ہے۔ ان کے لیے ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست کا نصب العین ہی اصل حیات ہے۔ وُہ پاکستان میں دینی خطابت کی ایک متحرک تصویر ہیں۔ لیکن وقت اور زمانے نے انھیں چپ کرادیا ہے۔ ان کے بہت سے خطوط مدھم پڑگئے اور بہت سے رنگ پھیکے ہوگئے ہیں۔ اصلیت خواہ کچھ ہی ہو لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ زمانہ کے موافق ہوتے ہیں اور بعض کے موافق زمانہ نہیں ہوتا۔ شاہ جی اس آخری گروہ میں سے ہیں۔

احرار وطن کی سیاست میں مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری کا کردار ایک ایسے شخص کا کردار رہا۔ جو اپنے لیے کچھ نہ چاہتا ہو اور دُوسروں کے لیے سب کچھ چاہتا ہو وہ سکندرِ اعظم کی تلوار ہیں جو شاید ہمیشہ بے نیام رہی۔ وہ حضرت خالد بن ولید رض کا دماغ ہیں جو شاید کبھی نہیں سویا۔ وُہ نپولین کا سُرخ گھوڑا ہیں۔ جس کی پیٹھ پر بیس سال تک زین کسی رہی۔ سول نافرمانی ہے تو ہوا کے پروں پر سوار ہیں۔ ابھی امرتسر میں ہیں تو ابھی انبالہ میں۔ انبالہ میں شام ہوتی تو رات دہلی میں بسر ہوتی پولیس تعاقب کررہی ہے۔ تار آرہے ہیں اور جارہے ہیں۔ ٹیلیفون کھڑک رہے ہیں لیکن بخاری ہیں کہ عناصر اربعہ کے بجائے ایک نیا عنصر خمسہ بنے ہوتے ہیں۔ وارنٹوں گرفتاریوں، سنگینوں کا مقابلہ کر رہے ہیں

اِک مشتِ خاک ہیں مگر آندھی کیساتھ ہیں

کبھی ایک رواں دواں کارواں تھے۔ اب ایک مہر بلب دستاویز ہیں مستقبل کا مؤرخ ان کی راہ تک رہا ہے۔

زمانہ تھا کہ مجلسِ احرار میں سب ہی تھے۔ اور ایک سے ایک آفت کے پرکالے جیالے اور متوالے تھے۔ ان میں چودھری افضل حق بھی تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن بھی مولانا مظہرعلی اظہر بھی تھے۔ شیخ حسام الدین بھی تھے اور ماسٹر تاج الدین بھی تھے۔ اور اُس زمانہ میں آغا شورش کاشمیری کے تو سج دھج نرالے تھے۔ لیکن ان میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کوئی نہ تھا۔ چودھری فضل حق کی جگہ مظہرعلی اظہر لے سکتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن کی جگہ مولانا داؤد غزنوی (یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مولانا غزنوی مجلسِ احرار میں تھے) لے سکتے تھے لیکن بخاری کی جگہ صرف بخاری لے سکتا تھا اور اس کا نعم البدل ملناتو دُور رہا۔ بدل ملنا بھی محالات سے تھا۔ قرآنِ حکیم کے بارے میں کبھی کفار نے کہا تھا کہ یہ کسی جادوگر کی جادوگری ہے۔ (نعوذ باللہ) اور بیسویں صدی میں شاید بخاری کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ "مسلمان، مسلمان نہیں جادوگر ہے"۔ مثنوی مولانا رُوم پڑھنے پر آتے تو ایک سماں باندھ دیا۔ اور آسمان و زمین کی کائنات گوش برآواز بخاری ہوگئی قرآنِ حکیم کی تلاوت شرُوع کی تو حورو ملک رحمتوں کے پھول برسانے لگے۔ وُہ، کئی اعتبار سے مولانا محمدعلی مرحُوم ہیں — جوش و خروش اور اخلاص کی جرأت مولانا محمدعلی سے ملتی جلتی ہے۔ فرق اتنا ضرور ہے کہ انھوں نے آکسفورڈ کی تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہ علیگ نہیں ہیں۔ اور اوّل درجہ کے سیاست دانوں کے مقابلہ پر ان کی ٹکر نہیں لیتے۔ پچھلے ۳۰، ۳۵ سال میں ہم نے تین خطیب دیکھے۔ ایک مولانا ابوالکلام آزاد، دوسرے نواب بہادر یار جنگ تیسرے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا آزاد اپنے فنِ خطابت کے امام ہیں خود ہی اس فن کے استاد ہیں اور خود ہی مقلد بھی، انکی خطابت میں امامت اور اجتہاد کی آواز بولتی ہے۔ بغاوت اور انقلاب کی فکر بولتی ہے۔ نواب بہادر یار جنگ بہت بڑے خطیب تھے۔ مگر آزاد کی بڑی حد تک عکسِ صدا تھے۔ انکا اپنا رنگ بھی تھا لیکن یہ رنگ دوسروں سے ملتا جلتا تھا۔ جس میں نواب صاحب کی شخصیت نے ایک فرق پیدا کردیا تھا۔ لیکن مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا اندازِ خطابت بالکل مختلف، بالکل انوکھا، بالکل نیا ہے وہ ایک نئے فنِ خطابت کے موجد ہیں۔

آزاد اور بخاری

مولانا آزاد جس مفہوم کو تین منٹ میں ادا کریں گے۔ سیدعطاء اللہ شاہ بخاری اُسے تین گھنٹے میں ادا کریں گے اور اس انداز سے ادا کریں گے کہ آپ پوری رات ایک ہی عنوان کی تقریر سننے میں ختم کر دینا چاہیں گے۔ آزاد کی تقریر فکرونظر کو جذبات کا شاہانہ لباس پہناتی ہے اور بخاری کی خطابت جذبات کو فکرونظر کا شوخ دوپٹہ اڑھاتی ہے۔ آزاد کتابوں کی باتیں سناتے ہیں بخاری گھروں کی باتیں سناتے ہیں۔ آزاد سمندر کا بے پناہ سیلاب ہیں جو سطحِ آب کے سکون سے کم ہی آشنا ہے اور بخاری دریا کی روانی ہیں جس میں سیلاب بھی آتا ہے

(باقی ص ۱۴ پر)

سیرت النبی ﷺ قرآن کریم کی روشنی میں

افضل البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب رب السموات والارض کو کرہ ارضی کی آبادی منظور ہوئی تو انسان (بشر، بندہ، آدمی) کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے منتخب فرماکر ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

واذ قال ربك للملئكة انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون

ترجمہ، اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر کو کھنکتے ہوئے بدبودار کیچڑ سے پیدا کرنے والا ہوں

واذ قال للملئكة انی خالق بشرا من طین۔

(ترجمہ) اور جب فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔

لقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون۔

(ترجمہ) ہم نے انسان کو کھنکتے ہوئے بدبودار کیچڑ سے پیدا کیا۔

لقد خلقنا الانسان من سلالة من طین۔

(ترجمہ) ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔

اور پھر انسان (بشر) کو اپنی مخلوقات میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

ولقد كرمنا بنی آدم وحملنا هم فی البر والبحر ورزقنهم من الطيبت وفضلنهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا۔

(ترجمہ) ہم نے عزت بخشی اولادِ آدم کو خشکی و تری میں سوار کرایا اور عمدہ چیزوں کا رزق عطا فرمایا اور بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی۔

اور انسان کی اسی تکریم کے باعث ہی انسان کے مُردہ جسم سے انتفاع ناجائز قرار دے دیا گیا اور انسان کو پاک قرار دے دیا گیا۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب شرح نقایہ کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

و كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الخنزير والآدمی اما جلد الخنزير فلنجاسة عينه لقوله تعالیٰ اولحم خنزير فانه رجس اما جلد الآدمی فلئلا يتجاسر الناس على من كرمه الله بابتذال اجزائه وانه لا يجوز الانتفاع به لكرامته۔

(ترجمہ) ہر قسم کا چمڑہ جب رنگ دیا جائے تو پاک ہوجاتا ہے۔ انسان اور خنزیر کے چمڑے کے سوا۔ خنزیر کا چمڑا اس لیے، پاک نہیں ہوسکتا۔ کہ خنزیر نجاست عین ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اولحم خنزير فانه رجس۔ انسان کا اس لیے کہ کہیں لوگ اس کے اجزاء کو جسے اللہ نے عزت بخشی ہے۔ خراب کرنے کی جرأت نہ کریں اور انسان کی اسی عزت کی بنا پر اس کے اجزا سے فائدہ حاصل کرنا ناجائز ہے۔

وكذا الانسان شعره وعظمه و عصبه طاهر۔

(ترجمہ) انسان کے بال ہڈیاں پٹھے سب پاک ہیں۔

سور الانسان طاهر مسلما كان او كافرا۔

(ترجمہ) انسان مسلمان ہو یا کافر اس کا جھوٹا پاک ہے۔

اور جب مخلوقات میں سے اعلیٰ ترین مقام انسان کو عطا فرمایا تو انسان ہی کی قسم سے اپنے محبوب ترین بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور مختلف صورتوں میں انکے ابن آدم ہونے کا اعلان کرایا۔ کہیں تو آدم علیہ السلام کے سامنے انکی قیامت تک ہونے والی اولاد کو چیونٹیوں جیسے مختصر وجود میں لاکر تعارف کرایا جا رہا ہے۔ اور بتلایا جارہا ہے کہ آخر میں جس کی چمک دمک سب پر غالب آرہی ہے۔ هذا ابنك احمد یہ تیرا بیٹا احمد ہے۔ (کنز العمال)

اور جب سرزمین ہند میں آتے ہی جبریل کی آذان میں اشهد ان محمد رسول الله کا اعلان سنتے ہیں تو عرض کرتے ہیں — من محمد؟ محمد کون ہے؟ اور جواب آتا ہے کہ آخر ولدك من الانبیا تیری اولاد میں کا سب سے آخری نبی۔ اور پھر ایک زمانہ آیا کہ مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں سیدنا اسمٰعیل پتھر ڈھوتے ہیں۔ اور سیدنا ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہیں۔ اور ان کی زبانیں دعاؤں سے لبریز ہیں۔ ربنا وابعث فيهم رسولا منهم ہمارے پروردگار میری اس اولاد میں ایک رسول بھیجیو۔ جو ان ہی میں سے ہو۔ اور پھر جب قریش کے ہاشمی خاندان میں عبدالمطلب کے گھرانہ اور صلب عبداللہ و بطن آمنہ سے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا میں قدم رکھا۔ اور چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا تو واضح فرمادیا کہ انا دعوة ابی ابراهيم میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ اور جب سفر معراج فرمایا تو آدم علیہ السلام نے پہلے آسمان پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ خوش آمدید نیک بیٹے نیک نبی۔ دُوسرے انبیاء اخ الصالح نیک بھائی کہتے رہے۔ لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے الفاظ میں استقبال کیا۔ خود نسب بیان فرماتے ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں:-

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خيرهم ثم جعلهم فريقين فجعلنی فی خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلنی فی خيرهم بيتا فانا خيرهم نفسا وخير بيتا۔ (مشکوٰۃ)

مَیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ خدا تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا۔ تو مجھے بہتر مخلوق میں بنایا۔ پھر دو گروہ بنائے تو مجھے بہتر گروہ میں بنایا۔ پھر قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر خاندان بنائے تو مجھے بہتر خاندان بنایا۔ سو میں ذات و خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عہدنامہ لکھتے ہوئے کفارِ مکہ نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ نہ لکھا جاوے۔ بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ تو فرمایا مَیں

محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی جنگ میں جب جوش آگیا تو رزمیہ فرماتے ہیں۔ انا النبی لاکذب۔ انا ابن عبد المطلب میں نبی ہوں جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اور پھر کون نہیں جانتا کہ آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب تھیں اور ازواج مطہرات میں خدیجۃ الکبریٰ سودۃ بنت زمعہ، عائشہ بنت ابی بکر، حفصہ بنت عمر زینب بنت خزیمۃ، زینب بنت جحش، ام سلمہ، ام حبیبہ، جویریہ، میمونہ تھیں۔ اولاد بھی ہوئی جن میں قاسم، طیب، طاہر ابراہیم، صاحبزادے بن کھلے غنچے تھے جو پھول بننے سے قبل مرجھا گئے اور صاحبزادیاں زینب رقیہ، ام کلثوم، فاطمۃ الزہرا ہوئیں اور جتنے بھی بشری اور انسانی لوازمات تھے وہ آپ میں پائے جاتے تھے جن کی چنداں تفصیل یہ ہے:

کسی بات کا خیال نہ رہنا

عن عبداللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلعم صلی الظھر خمسا فقیل لہٗ ازید فی الصلوۃ فقال وماذاک قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلمہ وفی روایۃ قال انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی (الحدیث متفق علیہ)

(ترجمہ) عبداللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں پانچ رکعت ادا کیں۔ عرض کی گئی کہ کیا نماز میں زیادتی کردی گئی ہے؟ فرمایا کیسے، تو عرض کی گئی کہ آپ نے پانچ رکعت ادا کی ہیں تو آپنے سلام کے بعد دو سجدے کیے اور فرمایا میں تم جیسا انسان ہوں۔ بھول تمہاری طرح ہوجاتی ہے۔ جب مجھے خیال نہ رہے تو یاد کرادیا کرو۔

(بخاری و مسلم)

بظاہر خلاف اصلیت فیصلہ کا امکان ہونا

من ام سلمۃ ان رسول اللہ صلعم قال انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجۃ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہٗ شیئا من حق اخیہ فلا یاخذ نہ فانما اقطع لہٗ قطعہ من النار

متفق علیہ

(ترجمہ) ام سلمۃ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے فریق سے بہتر طور پر اپنے دلائل پیش کرے لسانی اور فطانت سے بات بناکر پیش کرے تو جیسے میں سنوں۔ ویسے فیصلہ کردوں اگر میں کسی کے حقوق سے دوسرے کے حق میں فیصلہ کروں تو وہ اسے مت لے میں تو اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔

(بخاری مسلم)

امور دنیوی میں خلاف تجربہ رائے کا امکان ہونا

عن رافع بن خدیج قال قدم رسول اللہ صلعم المدینۃ وھم یؤبرون النخل فقال ما تصنعون قالوا کنا نصنعہ قال لعلکم لو لم تفعلوا کان خیرا فترکوہ فنفضت فذکروا ذالک لہ فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشیئ فی دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیئ من رایئ فانما انا بشر۔

(مشکوٰۃ)

(ترجمہ) رافع بن خدیج بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہ لوگ کھجوروں کے نر و مادہ کا ملاپ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو ہم نے عرض کیا اسی طرح ہم کرتے چلے آتے ہیں۔ فرمایا ایسے نہ کرو تو شاید بہتر ہو ہم نے نہ کیا تو پھل میں کمی ہوگئی۔ جب آپ کی خدمت میں ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ جب تمہیں دین کی بات بتلاؤں تو مضبوطی سے تھام لو اور اگر دنیاوی معاملات میں رائے دوں تو میں بھی آخر انسان ہوں۔

(مشکوٰۃ)

دنیوی مشاغل

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلعم یخصف نعلہ ویخیط ثوبہ ویعمل کما یعمل احدکم فی بیتہ وقالت کانت بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویخدم نفسہ (ترمذی)

(ترجمہ) عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ لیتے اور اپنا کپڑا بھی سی لیتے جیسے تم گھر کے کام کاج کرتے ہو ویسے آپ بھی کرتے۔ آپ بھی انسانوں میں سے انسان تھے۔ کپڑے میں سے جوں تلاش کرلیتے۔ اور اپنا کام آپ کرتے (ترمذی) (نوٹ) جوں آپ کے جسم اطہر میں پیدا نہیں ہوتی تھی۔ کسی دوسرے آدمی کے کپڑوں سے پڑ جانا مستبعد نہیں۔

قال زید بن ثابت کنت جارہ فکان اذا نزل علیہ الوحی بعث الی فکتبتہٗ لہ فکان اذا ذکرنا الدنیا ذکرھا معنا واذا ذکرنا الآخرۃ ذکرھا معنا واذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا

(ترمذی)

ترجمہ زید بن ثابت فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلا لیتے تو میں لکھ دیتا۔ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو آپ بھی شامل ہو جاتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی شامل گفتگو رہتے اور جب کھانے کی باتیں کرتے تو آپ بھی شامل ہوجاتے۔

سئلت عائشہ ما کان النبی صلعم یصنع فی بیتہ قالت کان یکون فی مھنۃ اھلہ تعنی خدمۃ اھلہ (الحدیث بخاری)

(ترجمہ) حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ حضور گھر میں کیا کرتے تھے۔ فرمایا گھروالوں کا کام کاج کرتے تھے۔

بھوک پیاس کا لگنا

عن ابی طلحۃ قال شکونا الی رسول اللہ صلعم الجوع فرفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللہ صلعم عن بطنہ عن حجرین (ترمذی)

(ترجمہ) ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے، آپ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کھول کر دکھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

ان النبی صلعم دخل علی رجل من الانصار ومعہ صاحب لہٗ وھو یحول الماء فی حائط فقال النبی صلعم ان کان عندک ماء بارد فی شنۃ والا کرعنا فقال عندی ماء بات فی شن فانطلق الی العریش فسکب فی قدح ماء ثم حلب علیہ من داجن فشرب النبی صلعم (الحدیث بخاری)

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے ہاں تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ اور بھی ایک ساتھی تھا۔ وہ اپنے کھیت کو پانی

لگا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس مشکیزہ میں ٹھنڈا پانی ہے تو بہتر ورنہ ہم چلو ہی سے پی لیں۔ اس نے عرض کی، میرے پاس مشکیزے میں باسی پانی موجود ہے چھپر تلے جاکر اس نے پیالے میں پانی ڈالا اور اس میں بکری کا دودھ دوہ کر حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور آپ نے نوش فرمالیا۔

بیمار ہونا

قال عبداللہ انک لتوعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک رجلان منکم قلت ذالک ان لک الاجر مرتین قال اجل ذالک کذالک (شفا)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی کہ آپ کو تو شدید بخار ہو رہا ہے۔ فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے۔ جتنا تم میں دو آدمیوں کو انھوں نے عرض کی کہ شاید اس لیے کہ آپ کو ثواب بھی دوگنا ملتا ہے۔ فرمایا ہاں اسی لیے۔

بچھو ڈسنے سے تکلیف ہونا اس کا علاج اور دم کرنا

عن علی قال بینا رسول اللہ صلعم ذات لیلۃ یصلی فوضع یدہ علی الارض فلدغتہ عقرب فناولہا رسول اللہ صلعم بنعلہ فقتلہا فلما انصرف قال لعن اللہ العقرب ما تدع مصلیا ولا غیرہ او نبیا وغیرہ ثم دعا بملح وماء فجعلہ فی اناء ثم جعل یصبہ علی اصبعہ حیث لدغتہ ویمسحہا ویعوذہا بالمعوذتین

(بیہقی)

(ترجمہ) حضرت علی بیان فرماتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا تو بچھو نے ڈس لیا۔ آپ نے اُسے چپل سے مار ڈالا۔ نماز سے فارغ ہوکر فرمایا خدا بچھو پر لعنت کرے۔ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو یا فرمایا کہ یہ نبی کا لحاظ کرتا ہے نہ غیر نبی کا۔ پھر نمک اور پانی برتن میں ملاکر انگلی پر ڈالتے رہے۔ جہاں اس نے ڈسا تھا اور ہاتھ پھیرتے رہے اور معوذتین کا دم کرتے رہے۔

زہر خورانی سے متاثر ہونا اور علاج کرنا

عن جابر ان یہودیۃ من اہل خیبر سمت شاۃ مصلیۃ ثم اہدتہا للرسول اللہ صلعم الذراع فاکل منہا واکل رہط من اصحابہ معہ فقال رسول اللہ صلعم ارفعو ایدیکم وارسل الی الیہودیۃ فدعاہا فقال سممت من الشاۃ فقالت من اخبرک قال اخبرتنی ہذہ فی یدی للذراع قالت نعم قلت ان کان نبیا فلن تضرہ وان لم یکن نبیا استرحنا منہ فعفا عنہا رسول اللہ صلعم ولم یعاقبہا وتوفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ واحتجم رسول اللہ صلعم علی کاہلہ من اجل الذی اکل من الشاۃ حجمہ ابو ہند بالقرن والشفرۃ وہو مولی لبنی بیاضۃ من الانصار (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ اہل خیبر سے ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو، تحفہ بھیجا۔ حضور صلعم اور صحابہ نے کھانا شروع کردیا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ روک لو۔ اور یہودیہ کو بلا بھیجا اور فرمایا تُو نے بکری میں زہر ملا دیا تھا اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا۔ فرمایا: اس بکری کے بازو نے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میرا خیال تھا کہ اگر نبی ہوں گے تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر نبی نہ ہونگے تو ہمیں آرام ہوجائے گا۔ آپ نے اُسے معاف کردیا اور سزا نہ دی۔ جن صحابہ نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا۔ وہ فوت ہوگئے۔ اور حضور نے اپنے مونڈھوں پر سینگیاں لگوائیں۔ ابوہند نے استرے اور سینگ سے سینگیاں لگائیں۔ ابوہند انصار کے خاندان بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلعم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر وہذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذالک السم۔

(بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی کہ حضور صلعم مرض الموت میں فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ خیبر میں جو میں نے کھانا کھایا تھا۔ اس سے ہمیشہ تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو اس زہر نے میری رگیں کاٹ دی ہیں۔

زخمی ہونا، خون کا بہنا اور علاج کرنا

عن ابی حازم انہ سمع سہل بن سعد وہو یسال عن جرح رسول اللہ صلعم فقال اما واللہ انی لاعرف من کان یغسل جرح رسول اللہ صلعم ومن کان یسکب الماء وبما دووی قال کانت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم تغسلہ وعلی یسکب الماء بالمجن فلما رأت فاطمۃ ان الماء لا یزید الدم الا کثرۃ اخذت قطعۃ من حصیر فاحرقتہا فالصقتہا فاستمسک الدم وکسرت رباعیتہ یومئذ وجرح وجہہ وکسرت البیضۃ علی راسہ۔ (بخاری)

ابو حازم نے سہل بن سعد کو کہتے سُنا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا بخدا میں تو جانتا ہوں جس نے حضور صلعم کے زخم دھوئے اور جس نے پانی ڈالا اور جو علاج کیا گیا۔ حضرت فاطمہ زخم دھوتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاکر ڈالتے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی سے خون اور زیادہ بہتا ہے تو بوریا کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور زخم پر لگا دیا حضور کے دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور خود سر پر ہی ٹوٹ گیا۔

ان سب احادیث سے معلوم ہوگیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے۔ اور دُوسرے انسانوں کی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ آپ کے باپ دادا بیوی بچے سب کچھ تھے اور دوسرے انسانوں کی طرح آپ کو بھی کبھی کسی بات کا خیال نہیں رہتا تھا اور فیصلہ دیتے ہوئے (دنیاوی معاملات میں رائے دیتے ہوئے) نادرست رائے یا فیصلہ کا امکان موجود تھا اور پھر آپ کے دنیاوی مشاغل اور بھوک پیاس لگنا کھانا پینا بیمار ہونا زہریلے جانور کے ڈسنے کی تکلیف ہونا زہر خورانی سے متاثر ہونا زخمی ہونا خون بہنا علاج کرنا جادو سے اثر پذیر ہونا تفکرات اور غم و اندوہ ہونا بالآخر دوسرے انسانوں کی طرح اس دارِ فانی سے رخصت ہونا یہ سب لوازمات بشریت ہیں۔ جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی ہی طرح تھے۔ اسی لیے صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کروادیا کہ انما انا بشر مثلکم یعنی میں

تم ہی جیسا انسان ہوں اسی مضمون کو قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی خواجہ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں بایں الفاظ واضح فرمایا " پس اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر اور اچھا انسان ہے اور مذکورہ بالا جہت سے سب سے بدتر بھی یہی ہے اسی انسان کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی سے ابوجہل علیہ اللعنت (ص۱۱۳) لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہونی چاہیئے کہ حضور شافع النشور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل و کمالات کے لحاظ سے سبھی دوسرے انسانوں کی طرح ہیں اسی لیے جہاں مثلکم فرمایا وہاں یوحیٰ الیّ بھی فرمایا۔ یعنی، اگرچہ انسان ہونے میں میں تمہاری طرح ہوں لیکن خداوند قدوس نے مجھے وہ مقام بلند عطا فرمایا ہے۔ کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے میرا خدا تعالیٰ سے بالواسطہ و بلا واسطہ ہر وقت رابطہ قائم رہتا ہے اور کبھی قرب مع اللہ کی یہ کیفیت ہوجاتی جو کسی مقرب ترین نوری مخلوق فرشتہ کو بھی کسی وقت نصیب نہیں ہوسکتی، لیکن یاد رکھئے کہ یہ مقام اعلیٰ صرف انسان ہی کے حصّہ میں آیا ہے۔ اسی بات کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جیسے ایک ہی جنس میں مختلف انواع و اقسام ادنیٰ و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنس انسانی میں بھی مختلف اقسام ہیں مثلاً پتھر ہی کو لیجئے اِسی ایک جنس میں مختلف اقسام عمدہ وردی ہوتے ہیں۔ ایک سڑک پر کوٹا جانے والا، اور پاؤں میں روندا جانے والا۔ دوسرا ہیرا یاقوت ، زمرّد جو تاج شاہی کی زینت بنتے ہیں۔ اور نباتات کو ہی لے لیجئے۔ جس میں زعفران بھی ہے اور اسی زمرہ میں خار دار جھاڑیاں بھی لیکن اگر کوئی شخص ہیرے کی چمک دمک یا زعفران کی خوشبو اور مقوی اثرات دیکھ کر یہ کہے کہ ہیرا ازقسم پتھر نہیں یا زعفران ازقسم نباتات نہیں تو اسے مینٹل ہسپتال میں داخل کرنے کے سوا چارہ نہیں اور اگر کوئی ہیرے یا زعفران کو بھی جو اپنی اجناس میں اعلیٰ ترین اقسام سے ہیں ویسا ہی کم قیمت تصوّر کرلے تو سوائے اس کے کہ اسے عقل و فہم سے کورا سمجھا جاوے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریفہ میں اس مضمون کو اس طرح واضح فرماتے ہیں کہ" عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اعلیٰ کمالات نے ان کو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے اور ایک الگ حقیقت ثابت کرلی ہے گویا حقیقت مشترکہ سے عالی و برتر ہیں بلکہ انسان یہی ہیں اور عوام بن مانس کا حکم رکھتے ہیں ص۲۱۱ ج ۲۔

ردالمختار ص۳۹ ج ۱ میں نوع انسانی کی اس طرح تقسیم کی گئی ہے۔

قسم البشر الی ثلثة اقسام خواص کالانبیا واوساط کالصالحین من الصحابة وغیرھم وعوام کباقی الناس۔

انبیاء و رسل کی بشریت کا انکار کوئی نئی بات نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ امم سابقہ نے کہا کہ انسان رسول یا نبی نہیں ہوسکتا اور ہمارے زمانہ کے جہلاء نے کہا ہے کہ رسول یا نبی انسان نہیں ہوسکتا۔ حضرت نوح ؑ کے متعلق انکی قوم نے یہی کہا کہ:۔

ما ھذا الاّ بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون۔

قوم نوح عاد و ثمود کے مشترکہ اعتراض کو قرآن نے اس طرح بیان فرمایا۔

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا

اور جمیع انبیاء پر یہی اعتراض کیا گیا۔ لیکن انبیاء کا جواب یہی تھا۔

قالت رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ۔

اور جب امام الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کفار مکہ نے یہی اعتراض اٹھایا۔ کہ آپ تو انسان ہیں اور انسان کا رسول ہونا ناممکن ہے اگر خدائے تعالیٰ کو رسول بھیجنا ہی تھا تو فرشتہ کیوں نہ رسول بنا دیا۔ جس کا جواب زبان وحی ترجمان سے یہ دیا گیا۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اور فرمایا:۔

اکان الناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس۔ وما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا قل لو کان فی الارض ملٓئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا۔

اور فرمایا:۔

ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون۔

حقیقت یہ ہے کہ:۔

وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علیٰ بشر من شیئ۔

بعض جاہل و بدعقیدہ لوگ عوام الناس کو اِس شبہ میں مبتلا کردیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نُور تھے۔ انسان کیسے ہوسکتے ہیں لیکن۔ یہ محض بے علمی اور جہالت ہے اس لیے کہ نور کو ایک مادہ تصور کرلیا گیا۔ حالانکہ نور ایک مخصوصہ و محسوسہ کیفیت کا نام ہے جو اپنے مرکز سے نکل کر دوسری اشیاء جن پر وہ وارد ہوتی ہے انکو ظاہر و روشن کر دیتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نور فرمایا ہے۔

فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔ سو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسُول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔ اور فرمایا۔

قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔

بے شک آچکی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نور روشن و ظاہر کردینے والا۔ اور اسی معنی میں ایمان کو بھی نور فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور اللہ دوست ہے مومنوں کا انھیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا فرماتا ہے اور اس لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام نور ہیں کہ ان میں استعداد سب مخلوقات سے زیادہ موجود ہے۔ بلکہ آپ صرف نور ہی نہیں بالفاظ قرآن سراجا منیرا ہیں کہ خود بھی روشن ہیں اور فیضان صحبت سے دوسروں کو بھی روشن فرمادیتے ہیں۔ باقی رہا واعظین جو روایت بیان کردیتے ہیں کہ اے جابر سب سے پہلے ، اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر اس نور کے حصے بنائے اور اس سے لوح قلم عرش اور تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مشہور حنفی عالم حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی آثار مرفوعہ میں بیان فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہی بناوٹی ہے اور اس کا حقیقت و صحت سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اگر بالفرض اسے صحیح بھی مان لیا جاوے تو نور کے معنی رُوح ہیں۔ حضرۃ ملا علی القاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۱۶۷ میں فرماتے ہیں۔

قولہ اول ما خلق اللہ نوری وفی روایة روحی ومعناھما واحد فان الارواح نورانیة ای اوّل ما خلق اللہ من الارواح روحی۔

دوسرا یہ کہ اس میں نسبت تشریفی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ونفخت فیہ من روحی اور میں اس میں اپنا روح پھونکوں اس سے یہ سمجھا جاوے گا کہ آدم علیہ السلام کے قالب میں خدا تعالیٰ کا روح آگیا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا۔ ونفخنا فیہ من روحنا اور اس میں ہم نے اپنا روح پھونکا تو اس سے عیسائیوں کی طرح یہ مطلب لیا جاوے کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذاللہ خدا تھے۔ اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیضان و برکت سے نور یا روح محمدی کو پیدا فرمایا اور اس کی برکت و فیضان سے لوح قلم عرش اور تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ ورنہ اگر اس نسبت سے حصہ یا جزو الٰہی مراد لیا جاوے تو یہ معنے بنے گا کہ خدا تعالیٰ کا جزو نبی کریم اور نبی کریم کا جزو لوح و قلم و عرش اور تمام مخلوقات اس طرح تو خدا و رسول عرش لوح و قلم اور تمام مخلوقات جس میں مومن و کافر حیوانات نباتات جمادات سب شامل ہیں میں کیا فرق رہ گیا معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

اگر خدا تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو تو اس بحث سے معلوم ہوجائے گا کہ انبیاء علیہم السلام جنس انسانی سے تھے اور بشر تھے۔ نور ہدایت بھی تھے اور کہ نور بھی تھے۔ انسان نور ہوسکتا ہے۔ حضور صلعم افضل البشر تھے اور سب سے اعلیٰ و اکمل نور تھے۔ جہاں تک انبیاء کے بشریت کا تعلق ہے۔ بعض اکابر علماء و بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

امام زمان قاضی عیاض یحصبی ارشاد فرماتے ہیں:۔

فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم
وسائر الانبیاء من البشر ارسلوا
الی البشر (ج ۲۔ ص ۷۹)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء بشر تھے اور بشر کی طرف بھیجے گئے اور صفحہ ۱۵۰ پر فرماتے ہیں "ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اور سب انبیاء بشر تھے اور ان کا جسم و ظاہر سب انسانی تھا اس پر وہ سب آفات و تغیرات تکلیفیں اور بیماریاں اور موت کا پیالہ پینا جو دوسرے انسانوں پر ہوسکتا ہے۔ ان پر بھی ہوسکتا ہے اور یہ سب آپ کے لیے نقص کی بات نہیں۔

بعد ازاں عوارض بشریت کی وضاحت فرماکر لکھتے ہیں کہ ان مصائب و مشکلات میں مبتلا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقعہ پر بھی ان کا بلند مقام واضح ہوجائے۔ اور اس آزمائش میں ان کی بشریت متحقق ہوجاوے اور ان سے جو خوارق عادات کا ظہور ہوتا ہے اس سے کمزور لوگوں کا شبہ دور ہوجاوے اور جیسے نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں گمراہ ہوئے ہیں۔ وہ گمراہ نہ ہوں۔ مشہور محدث و مفسر علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر کے ص۱۵۱ میں فرماتے ہیں۔

جن لوگوں نے رسولوں کے بشر ہونے کا انکار کیا۔ ان کی تردید فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیہم یعنی سب رسول جو پہلے ہوچکے وہ مرد تھے انسانوں سے۔ ان میں کوئی بھی فرشتہ نہیں تھا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی
الیہم من اہل القری۔

اور فرمایا:۔

قل ما کنت بدعا من الرسل ؛

اور اللہ تعالیٰ نے سابقہ امم کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ انھوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا:۔ ابشر یھدوننا الخ

مشہور صوفی مفسر علامہ خازن سورۃ انبیاء میں فرماتے ہیں۔

ما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان
مت فھم الخالدون۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے، کہ زمین پر کوئی بھی بشر ہمیشہ نہیں رہے گا۔ نہ آپ نہ یہ لوگ۔ آپ فوت ہوجائیں گے تو کیا یہ زندہ رہیں گے ؟

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر ص۸ میں لکھتے ہیں۔

"محمد رسول اللہ اللہ کے نبی اور بندے اور رسول ہیں۔ اس کی شرح ملا علی القاری نے حدیث لکھی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ ویسے مجھے نہ بڑھانا چڑھانا۔ بلکہ یوں کہو۔ کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول"۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۱۴ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"رسول انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لیے بھیجتے ہیں"۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر
وانہ خیر خلق اللہ کلہم

علم کی پہنچ تو یہاں تک ہے کہ آپ انسان (بشر) تھے اور ساری مخلوق سے بہتر تھے

امام الاولیاء حضرت مجدد الف ثانی خواجہ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۱۴۳ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس بلند شان کے بشر اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت کی ابتداء میں فرماتے ہیں "چہ پیغمبر ہم آدمی است" یعنی کیونکہ پیغمبر بھی آدمی ہے۔

مواہب لدنیہ میں شیخ ولی الدین ابن عراقی کا فرمان قابل غور ہے۔ (ج ۱ ص ۵۳)

فان قلت ھل العلم بکونہ صلعم بشرا ومن العرب شرط فی صحۃ الایمان اوھو من فروض الکفایۃ اجاب الشیخ ولی الدین ابن العراقی بانہ شرط فی صحۃ الایمان فقال فلو قال شخص اومن برسالۃ محمد صلعم الی جمیع الخلق ولکن لا ادری ھل ھو من البشر او من الملائکۃ او من الجن او لا ادری اھو من العرب او العجم فلا شک فی کفرہ لتکذیبہ القرآن وجحد ماتلقتہ القرون الاسلام خلفا عن سلف وصار معلوما بالضرورۃ عند الخاص والعام ولا اعلم فی ذالک خلافا فلو کان غبیا لا یعرف ذالک وجب تعلیمہ ایاہ فان جحد بعد ذالک حکمنا بکفرہ

اگر تو کہے کہ حضور صلعم کے بشر ہونے یا عربی ہونے کا علم ایمان کی درستی کے لیے شرط ہے یا فروض کفایہ سے۔ شیخ ولی الدین ابن عراقی نے جواب دیا کہ وہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب مخلوق کی طرف رسول ہونے پر ایمان لاتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے یا فرشتہ یا جن یا میں نہیں جانتا کہ آپ عربی تھے یا عجمی تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ کیونکہ یہ کہہ کر قرآن کی تکذیب کی ہے اور جس کو پہلوں سے پچھلے متواتر حاصل کرتے آئے ہیں۔ اس کا اس نے انکار کردیا ہے۔ اور لازمی طور پر سب خاص و عام کو معلوم ہوچکا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی اختلاف ہو۔ اگر کند ذہن ہو نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم دینی لازمی ہے۔ اگر پھر بھی انکار کرے تو ہم کفر کا حکم

عائد کرنا پڑے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الدین النصیحة قیل لمن یارسول اللہ
قال للہ ولرسولہ ولعامة المسلمین۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔ عرض کی گئی، یارسول اللہ کس کی خیر خواہی، فرمایا اللہ اور اور اس کے رسول اور عام مسلمانوں کی۔

بموجب فرمان سرور کائنات فخر موجودات امام الرسل سید الانبیاء۔ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے عرض ہے کہ انسان چاہیے کتنا عرصہ اس دنیا ناپائیدار میں زندگی گزارے بالآخر اسے اس دنیائے فانی کو چھوڑنا ہے اور قبر میں جانا اور قبر جسے حدیث میں آخرت کی پہلی منزل فرمایا گیا اور جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو وہ جنت کا باغیچہ ہے اور یا دوزخ کا گڑھا، اس میں جاتے ہی منکرونکیر کے سوالات کا جواب دینا ہے اور قبر کے سکون کا سارا دار ومدار اس کے صحیح جواب پر ہی منحصر ہے اور صحیح جواب بھی جب ہی دیا جاسکے گا جب کہ اس پر اس دنیا میں بھی اس کا ایمان ہو۔ حدیث ذیل کے مضمون کو پڑھئے اور سوچئے کہ جو شخص لبشریت رسول پر ایمان نہیں رکھتا وہ کیا جواب دیگا۔ اور صحیح جواب نہ دے سکنے کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اے اللہ ہمیں اس دنیا میں بھی عقائد صحیح رکھنے کی توفیق، عطا فرما اور صحیح جواب دینے کی توفیق عطا فرما۔

ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ
اصحابہ وانہ لیسمع قرع نعالہم اتاہ
ملکان فیقعدانہ فیقولان ما کنت
تقول فی ھذا الرجل لمحمد فاما المومن
فیقول اشھد انہ عبداللہ ورسولہ
فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار
قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنة
فیراھما جمیعا واما المنافق والکافر
فیقال ما کنت تقول فی ھذا الرجل
فیقول لا ادری کنت اقول ما
یقول الناس فیقال لہ لا دریت
ولا تلیت ویضرب بمطارق
من حدید ضربة فیصیح صیحة
یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین
(متفق علیہ)

بندے کو جب اس کے ساتھی قبر میں ڈال کر چل پڑیں گے۔ ابھی وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوگا۔ کہ دو فرشتے اسے آکر بٹھاویں گے اور پوچھیں گے کہ تو اس انسان مرد کے متعلق کیا کہتا تھا (مراد ان کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے)، مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو کہا جائے گا دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے۔ خدا نے اس کے بدلے جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے۔ وہ جنت و دوزخ دونوں کو دیکھے گا۔ لیکن منافق و کافر سے جب پوچھا جاوے گا کہ تو اس انسان مرد کے متعلق کیا کہتا تھا تو وہ کہے گا میں تو کچھ نہیں جانتا جیسے لوگ کہتے تھے میں ویسا ہی کہہ دیتا تھا۔ تو کہا جاوے گا تونے کچھ نہ جانا نہ پڑھا اور لوہے کے ہتھوڑے سے اُسے اتنی مار دی جاویگی کہ وہ ایسا چیخے گا جسے جن و انسان کے سوا جو بھی اس کے قریب ہونگے سب سنیں گے۔"

صحیح عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ صرف انسانیت و بشریت میں دوسرے انسانوں کی طرح تھے۔ لیکن فضائل و کمالات کے لحاظ سے سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ تھے اور کوئی بڑے سے بڑا صاحب کمال آپ کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

محمد طیب ہمدانی (مری)

بقیہ: سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
(ایک قلمی مکالمہ)

اور مولانا آزاد کی خطابت کا انہوں نے بہت کم اثر قبول کیا ہے۔ جس خطیب کو ہیر رانجھا اور سوہنی مہینوال کا ماحول ملا ہو۔ اس کے طربیہ وحزنیہ انداز کا کیا کہنا اسکے کردار اور شرنگار رس (یہ ہندی ادب کی دو اصطلاحیں ہیں اور انکا ترجمہ کرنا غیر ضروری ہے)، کا کیا کہنا۔ شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ میر اور غالب کی شاعری میں جو فرق ہے۔ وہ بخاری اور آزاد کی، خطابت میں بھی ہے۔ بخاری میر ہیں اور آزاد غالب ہیں۔

؎ سرہانے میرؔ کے، آہستہ بولو ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہے

شاید کچھ اس قسم کی بات بخاری کی خطابت میں بھی ملتی ہے۔ آزاد جس مفہوم کو تین منٹ میں ادا کریں گے۔ بخاری اُسے تین گھنٹے میں ادا کریں گے کہ آپ پوری رات ایک ہی عنوان کی تقریر سننے میں ختم کردینا چاہیں گے۔ آزاد کی تقریر فکر و نظر کو جذب کا شاہانہ لباس پہناتی ہے اور بخاری کی خطابت جذبات کو فکر و نظر کا شوخ دوپٹہ اڑھاتی ہے۔ آزاد کتابوں کی گفتگو کرتے ہیں۔ بخاری گھروں کی بات سُناتے ہیں۔ بخاری کی تقریر میں وُہ مزا ملتا ہے جو تلسی داس کی رامائن میں ملتا ہے۔ بخاری دریا کی روانی ہیں۔ جس میں سیلاب بھی آتا ہے اور آزاد سمندر کا بے پناہ سیلاب ہیں۔ جو سطح آب کے سکون سے کم ہی آشنا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی سیاست سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کی خطابت سے نہیں۔ اس لیے کہ جہاں تک تقریریں سننے کا تعلق ہے۔ ہم نے بخاری صاحب کے بدترین مخالفوں کو ان کی تقریر پر سر دھنتے دیکھا ہے اور یہ بخاری صاحب ہی کا ارشاد ہے۔ کہ تقریریں میری سنتے ہو اور ووٹ میرے خلاف کردیتے ہو۔

احرار وطن کی یہ تاریخ بھی کیسی ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے لڑتے رہے اور ۱۹۴۷ء کے بعد

آسمان بھی تھک جاتا ہے

؎ حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

★

یہ ہے شان کلام مولےٰ
ان ھو الا وحی یوحیٰ
بندے اس کی مدح کریں کیا
خلق عظیم اللہ نے پکارا
بندہ اور مقرب ایسا
قاب قوسین او ادنیٰ
جھوٹ رہے گا ہوکر رسوا
ان الباطل کان زھوقا
جاء الحق و زھق الباطل
حق کا بول رہے گا بالا!
(آغا صادق)

بُنیادی عقائد میں انقلاب نظامِ دین کو درہم برہم کر دیتا ہے!

لاہور کے ایک عظیم اجتماع میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تاریخی تقریر

انجمن حمایت اسلام لاہور کے اٹھانوے اجلاس کی آخری نشست تھی۔ جس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر تھی۔ صدارت کے لیے پنجاب کے وزیر اعلیٰ (سابق)، میاں ممتاز دولتانہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ غالباً یہ پہلا موقعہ تھا کہ حضرۃ امیر شریعت ایک صوباتی وزیر اعلیٰ کی زیر صدارت تقریر فرما رہے تھے۔ اس بوڑھے جرنیل کے ارشادات سننے کے لیے سرِشام ہی لوگ جوق در جوق حمایتِ اسلام کے وسیع میدان کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ اجلاس شروع ہونے تک یہ حال تھا کہ پنڈال حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ لیکن لوگوں کی آمد کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ عوام میں ایک شوق تھا۔ اضطراب تھا۔ شاہ جی کو سننے کا اسلیے کہ شاہ جی ایک لمبے عرصے کے بعد لاہور تشریف لاتے تھے۔ شاہ جی کے سحر خطابت نے دلوں کو مسحور کر رکھا ہے۔ سوا دس بجے کے قریب حبیب اللہ کے اس بیباک شیر نے پنڈال میں قدم رکھا تو فضا نعرہ ہائے تکبیر، امیرِ شریعت زندہ باد، تاج و تختِ ختمِ نبوّت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ پنڈال میں ایک زندگی آگئی شاہ جی ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ عقیدتمندوں کے حلقہ میں سٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے اور عوام کی مشتاق نگاہیں کہہ رہی تھیں۔

"اے شمع نبوت کے پروانے تجھ پر خدا کی ہزار ہزار برکتیں، اور رحمتیں نازل ہوں۔"

پریس گیلری کے ایک معزز رکن نے کہا اگر شاہ جی کو اپنی قوت کا احساس ہو تو وہ دنیا میں انقلاب لاسکتے ہیں۔

جب حضرت شاہ صاحب سٹیج پر پہنچے تو سابق وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے اٹھ کر سلام و علیکم کہا اور شاہ جی کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

ساڑھے دس بجے شاہ صاحب تقریر کے لیے اٹھے۔ جب آپ نے اپنے مخصوص لہجہ اور درد میں ڈوبے ہوئے انداز میں خطبہ مسنونہ شروع کیا تو فضا میں سکون چھا گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ارض و سماکی تمام قوتیں اس کلام برحق کے تاثر میں ڈوب گئی ہیں۔ کلام پاک کی تاثیر اور بخاری کا ساحرانہ انداز——عوام——بُت بنے بیٹھے تھے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے فرمایا۔

صدرِ محترم! بزرگانِ ملت، معزز و مکرم خواتین۔ مجھے کافی عرصہ سے علم ہے کہ انجمن حمایت اسلام ایک تعلیمی ادارہ کی ملی خدمات بے حد وسیع ہیں۔ گو مجھے آج سے پہلے یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ اس انجمن کے کسی جلسہ میں تقریر کروں۔ اس لیے کہ میرے لیے تو دہلی دروازہ کا باغ مخصوص ہوکر رہ گیا ہے۔ بارہ چودہ برس سے اسی پنڈال میں کھڑے ہوکر آپ کو قرآن سناتا رہا ہوں۔ یہ تو مسلم لیگ کا صدقہ ہے کہ آج اس ملی ادارہ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوں۔ ورنہ تم کہاں اور ہم کہاں، ہاں ہو بیٹھی کیونکہ شریف بہادروں کا کام ہے — شکست قبول کرنے والوں کو گلے لگائے۔ اختلاف دلوں کا نہیں دماغوں کا تھا۔ ہم نے دیانت داری کے ساتھ اختلاف کیا۔ مسلم لیگ خلوصِ قلب کے ساتھ ایک ذہن کے ساتھ کام کرتی رہی۔ ہم نے عقل و فکر کی روشنی میں ایک الگ راستہ تجویز کیا۔ قوم نے ایک قبول کیا دوسرا مسترد کردیا۔ اور جس کو رد کردیا اسے گلے لگایا کہ شریفوں کا کام یہی ہے۔ خدا کرے بہادر کمینہ نہ ہو اور کمینہ بہادر نہ ہو۔

لاہور والو۔ پرانی بات کہتا ہوں۔ ویسے شکلوں سے بھی ہم پرانے ہی ہیں۔ نیوکٹ تو ہیں نہیں۔ اس لیے کسی نئی بات کی توقع مت رکھو۔ پرانی بات کہونگا۔ وہی بات جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے، فاران کی چوٹی پر کہی گئی تھی۔ میں بے محل گفتگو کرنے کا عادی نہیں۔ یہ علمی ادارہ ہے۔ اس لیے یہاں علمی بات ہونی چاہیئے، میں کوئی معاملاتی بحث نہیں کرونگا۔ معاملاتی سے میری مرادِ سیاسی ہے۔ سیاست کا لفظ قرآن میں متروک ہے۔ حدیث شریف میں ملتا نہیں ہاں بنیاد رکھنے کے معنوں میں ضرور آیا ہے انگریزی میں پالٹکس کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ

بُخاری کی یاد میں!

آج جب بھی ذہن ماضی کی طرف پلٹ جاتا ہے تو دھندلے تصوّرات میں بخاری کا دلکش چہرہ سامنے آجاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ سب رنگینیاں عود کر آتی ہیں جو بخاری کی ذات سے وابستہ تھیں۔ کل بخاری کی یاد شدّتِ اختیار کر گئی۔ مندرجہ ذیل اشعار اسی شدّتِ احساس کا نتیجہ ہیں،

انور صابری،

آتا ہے بہت محرم اسرار وفا یاد — ہے جس کی کہانی ہمہ افتاد و رافتاد

برباد محبت ہے، ہر اک حال میں برباد — بے کیف عنایت ہو کہ بیداد پہ بیداد

باہر بھی قفس سے نہیں چین اہل چمن کو — مصروفِ نوازش ہے ابھی فطرتِ صیاد

زخمی ہے جگر ہونٹ ہیں مجبور تبسم — پابند کے پابند ہیں آزاد کے آزاد

تقدیر سے رہنے کو ملا گھر بھی تو ایسا — جس کے در و دیوار سے بیزار ہے بنیاد

نالوں میں ہو پیدا کشش و جذب اثر کیوں — سینوں میں نہیں ولولۂ طبع جنوں زاد

دنیا میں تباہی کے سوا کچھ نہیں انور

شاید عملِ خیر کی محشر میں ملے داد

کچھ پسند نہیں۔ شاید میرا ترجمہ صحیح ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ میں وہ ترجمہ یہاں بتاؤں گا نہیں۔ مذہب میں تین چیزیں ہیں۔ میں ان پر ایک طالب علم کی حیثیت سے بات کرونگا۔ الحمدللہ کہ میں آج بھی طالبعلم ہوں۔ علم سے میری طبیعت سیر نہیں ہوتی میری دعا ہے کہ جب میں اس دنیا سے جاؤں۔ تو بھی ایک طالب علم کی حیثیت سے جاؤں۔ میں طالب علمانہ بات کرونگا

ہاں! ذرا ذائقہ بدلنے کے لیے اِدھر اُدھر سے کچھ کھا لیا کرتے ہیں لیکن محض منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے

ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ مذہب، میں تین چیزیں ہیں۔ اعتقادات، عبادات معاملات!

اعتقادات اور عبادات کے بعد سب چیزیں معاملات کے تحت آتی ہیں۔ شہنشاہی سے لے کر گداگری تک معاملات ہیں اور سیاست بھی اس زمرے میں شامل ہے۔ میں تو آج معاملات کو چھوڑکر دین کی اور علم کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ذہنًا افلاس محسوس نہیں کرتا۔ خدا نے اتنی استطاعت ضرور دی ہے کہ ہر موضوع پر بے تکلف گفتگو کرسکتا ہوں۔ چنانچہ آج علمی بات ہوگی۔

میں نے آپ کے سامنے چند آیات تلاوۃ کی ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ان آیات کو آپکے ذہن نشین کراجاؤں۔ پھر موقعہ ملے نہ ملے۔ میں بوڑھا ہوچکا ہوں۔ صحت ساتھ نہیں دیتی ؎

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
کہ التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

میں نے جو سورۃ تلاوت کی ہے۔ سورۃ فاتحہ کہلاتی ہے۔ نمازی مسلمان دن میں اُسے کم از کم ۳۲ مرتبہ پڑھتا ہے۔ اب بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کی بھی تقسیم شروع ہوگی نمازی اور غیر نمازی۔ بہرحال نمازی مسلمان ان آیات کو ۳۲ مرتبہ دن میں پڑھتا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ نہ امام کو اس کے معنوں کا کچھ پتہ ہے نہ مقتدی کو۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم و فرقان حمید سے ہماری بے توجہی خوفناک حد تک بڑھتی جاتی ہے۔ بالکل ناواقفیت اور ناآشنائی کیا کہوں۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

آج ۹۹ فی صد نہیں۔ بلکہ ہزار میں سے میں سے ۹۹۹ مسلمان اس کتاب سے ناواقف اور بے خبر ہیں۔ اور اس مقدس صحیفہ کو جسے زندگی کے ہرگوشہ میں راہنمائی کے لیے بھیجا تھا۔ بے نیازی اور تغافل کا شکار بنا رہے ہیں۔ آپ اس کو گستاخی پر محمول نہ کریں۔ یہ احوال واقعی ہے اور ان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال یہ بحث کہ نمازی کون ہے۔ اور بے نمازکون' یہ ایک الگ چیز ہے۔ میرا رُوئے سخن ان کی طرف ہے۔

جو اللہ کی دی ہوئی عقل اور فہم سے اللہ کو برحق مانتے اور جانتے ہیں۔ مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ جو سرے سے اللہ کے وجود کے قائل نہیں اور نہ شرعًا مجھ پر یہ چیز عاید ہوتی ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کا قائل کراتا پھروں۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ منانے پر آتا ہے۔ تو وہ ایسا مناتا ہے کہ بس مانتے ہی بنتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ عظیم قوتیں جو کل تک یہ کہتی پھرتی تھیں کہ

"WE HAVE KICKED GOD OUT OF ALL CHURCHES"

کہ ہم نے خدا کو اپنے بوٹ کی ٹھوکروں سے تمام کلیساؤں سے نکال دیا ہے۔ لفظ KICK پر غور فرمائیے۔ کس قدر سختی سے نکالا گیا۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ ان ہی کلیساؤں میں جہاں سے خدا کو نکالا گیا تھا۔ نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں مانگی گئیں کہ:۔

اے آسمان سے روٹی دینے والے ہمارے حال پر رحم فرما اور دشمنوں کے مقابلے پر ہمیں فتح دے

میرے طالب علم بچو! میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر دونوں جہاں میں فتح و نصرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرکے دیکھو۔ پھر دیکھو کہ دونوں، جہاں کی نعمتیں تم پر کس طرح سایہ فگن ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔ مدرسہ میں چل پھر رہے تھے کہ ایک طالب علم کو دیکھا جو فلسفہ کی کتاب جانفشانی اور محنت سے پڑھ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ:۔ کاش قرآن کو سمجھنے کے لیے اتنی محنت کی جاتی۔

یقین کیجیے۔ جب آپ قرآن حکیم سے بے نیازی کا سلوک کریں گے تو آپ کہیں کے نہ رہیں گے۔ یہی مقدس و مطہر کتاب رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن آج مسلمان کی زندگی کے اسی خدائی پروگرام کو گلدستہ طاقِ نسیاں بنا دیا گیا ہے۔

آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میرا موضوع ہے عصمت انبیاء اور میں سورۃ فاتحہ کی آخری آیات کی روشنی میں اسے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں فرمایا گیا ہے کہ۔ اے اللہ ہمیں چلا سیدھی راہ پر، ان مقتدر ہستیوں کی راہ پر جن پر ہمیشہ تیرا انعام و اکرام ہوتا رہا جن پر کبھی تیرا غضب نازل نہیں ہوا اور جو کبھی بھی راہ راست سے نہیں بھٹکے۔ یہ صاف اور واضح طور پر انبیاء کرام کے متعلق ہے۔ جن کے لیے معصومیت لازمی شرط ہے۔ نبی کیلئے معصوم ہونا لازم ہے اور نبی کے علاوہ اور کوئی شخص معصوم نہیں ہوسکتا۔

مسلمانو! آج میں کھل کر ایک بات کہتا ہوں۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں۔ کہ اللہ کی ربوبیت اُسی وقت تک قائم ہے جب تک محمدؐ کی نبوت قائم ہے۔ کیونکہ محمدؐ کی نبوت کی ابدیت ہی اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہے۔ ہم میں سے کس نے خدا کو دیکھا ہے۔ ہم کیسے یقین کرتے کہ ایسی بھی کوئی ہستی ہے۔ جسے خدا کہتے ہیں۔ ہاں ہم نے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے جنھوں نے ہمیں بتایا کہ خدا بھی ہے۔ ہمیں تو اعتماد ہے اس بلند شخصیت پر، بھائی! اعتماد ہی کی تو ساری بات ہے۔ اگر اعتماد نہ ہو تو سارا کھیل ہی چوپٹ ہے۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات اور بھی سُن لیجیے۔ وقت کی نزاکت کو پہچانیے اور اعتماد سے کام لیجئے۔ مسلم لیگ جس کی خاطر تمام جماعتوں کو مٹایا۔ اب اسے مٹا کر کیا کرنا چاہتے ہو؟ لاکھوں، انسانی جانیں اور عصمتوں کی قربانی دے کر واہگہ کے اِس پار ٹھکانا بنایا ہے۔ اب کیا ارادہ ہے؟ اس سے آگے تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہے۔ بے اعتمادی اچھی نہیں۔ نئی نئی جماعتیں وہ درجہ حاصل نہیں کرسکتیں جو مسلم لیگ کو حاصل ہے۔

ہوش سے سُن لو! بنیادی عقائد کی تبدیلی سے سارا نظام دین درہم برہم ہوجاتا ہے۔ اگر آج نئی نبوت کھڑی کرلیے ہو تو

؎ خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

تو یقین کرو کہ تمہاری دنیا میں فلاح ہے اور نہ دین میں

ذکرِ ولادت

سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ

(۳)

ازواج مطہرات

پچیس برس کی عمر میں چالیس برس کی خاتون حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ سے پہلا نکاح ہوا۔ ستائیس برس وہ زندہ رہیں ان کی وفات کے بعد حضرت بی بی سودا بنت زمعہ سے نکاح ہوا۔ اس کے بعد تیسرا نکاح حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ سے ہوا۔ ہجرت کے تیسرے سال شعبان میں حضرت بی بی حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے چوتھا نکاح ہوا۔

پانچواں نکاح ہجرت کے تیسرے سال ہی ام المساکین حضرت زینب سے ہوا۔ چھٹا نکاح حضرت سیدہ ام سلمہ بنت ابی امید کے ساتھ ۴ھ ہجری میں ہوا۔ اور ہجرت کے پانچویں سال ساتواں نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا اور آٹھواں نکاح حضرت ام حبیب بنت ام سفیان سے ۶ھ میں ہوا۔ نانواں نکاح حضرت جویریہؓ سے بھی اس سال ہوا۔ دسواں اور گیارھواں نکاح حضرت سیدہ میمونہ بنت الحارث ھلالیہ اور حضرت صفیہ سے ہجرت کے ساتویں برس میں ہوا گیارہ میں سے دو کا انتقال حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موجودگی میں ہوا۔

دنیا سے رحلت

۱۲ ربیع الاول بروز سوموار بوقت ضحیٰ ہوئی اور بروز منگل دن ڈھلنے کے بعد یا بدھ کی رات کو اپنی آخری آرامگاہ میں پہنچا دیئے گئے مہاجرین، انصار، تمام شہر، مضافات کے لوگوں نے جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آخر میں خواتین اسلام نے بھی جنازہ کی سعادت حاصل کی۔

جنازہ کی صورت صحابہ کرامؓ حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسدِ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر ایک طرف ہو جاتے۔ سب حضرات نے اسی طرح جنازہ کا فریضہ ادا کیا اور بعد میں مستورات نے بھی اسی طرح الگ جنازہ کی سعادت حاصل کی۔

تکفین

صرف تین چادروں میں کفن دیا گیا دستار وغیرہ نہیں باندھی گئی۔ اور امام المتقین سیدنا حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور قسم بن عباس، حضرت عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اوس بن خولی نے مل کر آرام گاہ میں اتارا وہ چادر مبارک جسے آپؐ اوڑھنے اور بچھونے کے لئے استعمال فرمایا کرتے تھے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نیچے بچھا دی گئی۔ خوابگاہ نبوت کی آخری مرقد کو مکمل کرنے اور اس کا دروازہ بند کرنے سے پہلے نو عدد کچی اینٹیں استعمال کی گئیں۔

درود شریف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازہ پڑھتے ہوئے صرف یہی درود شریف پڑھتے رہے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ صَلٰوةُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالصّٰلِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابان بن سعد آشی

ان کے دل میں اسلام اور حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ مخالفت میں بہت تیز رہتے تھے۔ ان کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ یہ تجارت کے سلسلے میں شام کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔

ابان بن سعد: ہمارے شہر میں ہمارے خاندان میں ایک مرد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت بخشی ہے۔

راھب: تمہارے اس بزرگ کا نام کیا ہے؟

ابان بن سعد: ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

راھب: میں ان کے متعلق ان کا نسب، ان کی عمر اور ان کے دیگر صفات بیان کرتا ہوں۔ کیا یہ میرے بیان کردہ صفات ان کے اندر موجود ہیں؟

ابان بن سعد: ہاں یہ نام اور یہ تمام صفات ان کے اندر موجود ہیں۔

راھب: اللہ کی قسم کہ وہ سچا رسولؐ ہے۔ عنقریب اس کو سارے عرب اور دوسری حکومتوں پر کامل غلبہ نصیب ہوگا۔ میری طرف سے اس مرد صالح کو تسلیمات پیش کر دینا۔

ابان بن سعد جب مکہ واپس آئے تو ان کا وہ مخالفت والا جوش ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ نہایت ہی خاموشی سے دن بسر کئے۔ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) صلح حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو ابان بن سعد نے نہایت محبت اور رغبت سے اسلام قبول کیا اور انتہائی ہمت اور کامل فراخ دلی کے ساتھ اسلامی خدمات انجام دیتے رہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی رحلت تک بحرین کے حاکم بنے رہے۔ حضرت ابان بن سعد نے حضرت امیر عثمانؓ کے حکم سے قرآن کریم کا نسخہ تحریر کیا جس پر حضرت امیر عثمان تلاوت فرمایا کرتے تھے ۲۹ھ ہجری میں میدانِ جنگ میں شہادت پائی۔

حضرت ابراہیم ابن سید الانبیاء والمرسلینؐ

ان کی والدہ محترمہ کا نام ماریہ قبطیہ تھا۔ مقوقس اسکندریہ کے بادشاہ نے لونڈیاں حضرت رسول اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ہدیۃً بھیجی تھیں حضرت ماریہ کو حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمایا۔ اور اس کی ہمشیرہ سیرین کا نکاح حضرت حسان بن ثابت مشہور شاعر کے ساتھ کر دیا۔ حسانؓ کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ حضرت ابراہیم کی ولادت ذوالحجہ ۸ھ ہجری میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ولادت پر بہت زیادہ مسرور ہوئے۔ دایہ کا نام سلمٰی تھا اس کے خاوند کا نام ابورافع تھا۔ ابورافع نے جب مبارکباد پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارکباد قبول کر کے ایک غلام اس کو بخش دیا۔ ساتویں دن سر کے بال منڈوائے گئے اور ان کے ساتھ سونا وزن کر کے فی سبیل اللہ دیا گیا۔ اور بال مبارک دفن کر دیے گئے۔ سات دن کے بعد حضرت ابراہیم کو تربیت کے لئے امّ سیف زوجہ ابو یوسف قینؓ (لوہار) کے سپرد کیا گیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم ابو سیف لوہار کے گھر فرزند کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اٹھارہ ماہ کی عمر پا کر یہ فرزند جنت الفردوس میں پہنچے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چار تکبیروں کے ساتھ جنازہ پڑھا۔

حضرت ابراہیم النجار (بڑھئی)

اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے منبر بنایا جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ فرمایا کرتے تھے۔

ابوعبدالرحمٰن

یہ جلیل القدر صحابی ہیں ان سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک خطبہ منقول ہے۔

خطبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خاندانوں کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے پڑوسیوں کو دین نہیں سکھاتے اور دین نہیں سمجھاتے، نیکی کا حکم نہیں دیتے، بدی سے نہیں روکتے، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے۔ اور پڑوسیوں کا حکم قبول کر کے بھلائی کی طرف نہیں آتے اور بدی سے نہیں رکتے اگر دین نہ سکھائیں گے اور نیکی پھیلانے اور بدی کو مٹانے کی کوشش نہیں کریں گے اور جو لوگ پڑوسیوں کی کوششوں سے دین پر پابندی نہیں کریں گے اللہ تعالےٰ ان کو دنیا میں عذاب کے اندر مبتلا کر دے گا۔

دوسرا خطبہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍؓ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ عُمَرُؓ وَاَصدقھم عثمانؓ۔

ترجمہ: میری ساری امت میں میری اُمت کے لئے سب سے زیادہ رحمدل ابوبکرؓ ہیں اور دین کے سلسلے میں سب سے زیادہ نہایت سخت مضبوط عمرؓ ہیں اور ساری امّت میں سب سے زیادہ راستباز حق وصداقت پر بڑھے ہوئے حضرت عثمانؓ ہیں۔

شاہ حبش کا قبول اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے ساتویں برس حکمرانوں کی طرف دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ اسی سلسلہ میں اصحمہ بن بحرہ نجاشی کی طرف دعوت نامہ روانہ کیا جس میں اسلام کی تبلیغ اور قبول اسلام کی دعوت تھی

دعوتی خط کا مضمون

اِنِّیْ احمد الیک اللّٰہ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ہ وَ اَشْھَدُ اَنَّ عِیْسٰی روح اللہ وَ کلمتہ القاھا اِلٰی مَرْیَمَ الْبَتُوْلِ الطیبۃ الحصینۃ فَحَمَلَتْ بِعِیْسٰی فَخَلَقَہٗ من روحہ وَ خلقہ کما خلق آدم بیدہ وَ اِنِّیْ ادعوک الی اللہ تعالیٰ وَ قد بعثت الیک ابن عمی جعفرًا وَ مَن معہ من المسلمین فدع التجبر وَ اقبل نصحی — والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

ترجمہ: میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسٰی روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ حضرت مریم جو بتول اور پاکیزہ اور پاکدامن تھیں ان کے ذریعے سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ حضرت عیسٰیؑ سے حاملہ ہوئیں، اللہ نے پاکیزہ روح پھونکی اور جس طرح حضرت آدمؑ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اسی طرح انہیں بھی اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اے نجاشی! میں آپ کو اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے چچازاد بھائی (حضرت) جعفر کو دیگر مسلمانوں کی معیت میں بھیج رہا ہوں پس تو ضد اور تکبر کو چھوڑ کر میری نصیحت قبول کرلے۔

نجاشی کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اَلَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الَّذِیْ ھَدَانِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَتَانِیْ کِتَابُکَ فِیْمَا ذَکَرْتَ مِنْ اَمْرِ عِیْسٰی فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَنَّ عِیْسٰی لَا یَزِیْدُ عَلٰی مَا قُلْتَ۔ وَاِنَّہٗ کَمَا قُلْتَ وَلَقَدْ عَرَفْنَا مَا بُعِثْتَ بِہٖ اِلَیْنَا۔ وَلَقَدْ قَرَّبْنَا ابْنَ عَمِّکَ وَاَصْحَابَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقًا مُصَدَّقًا وَقَدْ بَایَعْتُکَ وَبَایَعْتُ ابْنَ عَمِّکَ وَاَسْلَمْتُ عَلٰی یَدَیْہِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نجاشی نے یہ رقعہ آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور اپنے خواص میں سے ساٹھ آدمی بھی روانہ کئے لیکن یہ ساٹھ آدمی سمندر کا سفر کرتے ہوئے دورانِ سفر ہی ڈوب گئے اور منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی جنت کو سدھارے۔

درس قرآن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کھول کر بیان کر دی ہے

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ـــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۷)

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ہم نے جب کبھی کسی رسول کو بھیجا ہے تو اس نے اپنی امت کے ساتھ، اپنی قوم کے ساتھ جو بات کی انہی کی بولی میں کی۔ اس لئے آپؐ جو بات کر رہے ہیں یہ بھی انہی کی بولی میں ہے۔ لیکن آپ کی بولی میں اور پہلے نبیوں کی بولی میں فرق ہے۔ آپؐ کی وہی بولی ہے جو اللہ نے فرمائی اور پہلے نبیوں نے جو قوم کے سامنے خطاب کیا، اپنی زبان میں کیا۔ ان کی اپنی زبان اور تھی، الہامی زبان اور تھی ـــــ اس لئے ہمارے علماء اسلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا میں جتنی وحی نازل ہوئیں ہیں پہلے نبیوں پر وہ ساری کی ساری عربی میں تھیں۔ اور نبیوں نے پھر اپنی قوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ٥ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ٥ (الشعراء ۱۹۴ : ۱۹۵) کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ہر نبی علیہ السلام پر جب وحی آئی وہ عربی زبان میں آئی ہے اور انہوں نے پھر اپنی امت کو یا اپنی قوم کو اپنی زبان میں کہا ہے اور اس دعوے پر دلیل موجود ہے ـــــ تکذیب نہیں ہو سکتی ـ کیوں؟ اس لئے کہ توراۃ نے نہیں بتایا میری بولی کون سی ہے، زبور نہیں بتاتی میری بولی کون سی ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ میری بولی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ (یوسف ۲) میری بولی عربی ہے۔ ان میں سے کسی نے نہیں بتایا کہ میری بولی عربی ہے البتہ زبور، انجیل، توراۃ عربی کے الفاظ ہیں۔ تو جب کتابوں کے نام عربی ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی الہامی بولی بھی عربی ہوگی۔

اُن لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کر دیں۔ ہمارے پاس دلیل ہے ہم نے وہ دلیل پیش کر دی۔

فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ہم نے جب کبھی بھی کسی رسول کو بھیجا تھا تو اس کی قوم کی بولی دے کر بھیجا تھا۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ـ تاکہ ان کے سامنے بات کھول کر رکھ دے، کل وہ اعتراض نہ کر سکیں کہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ یا کم و بیش سے عرفات کے میدان میں پوچھا۔ کیا میں نے تم تک اللہ کا دین پہنچایا؟" سب نے کہا ـــ ہاں! حضور آپؐ نے پہنچایا ـــ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک کھڑے کئے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ـــــ اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا دین ان تک پہنچا دیا۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھول کھول کر بیان کیا ـــ اب نبیؐ تو کھول کر گیا اور پیچھے کوئی میٹرک فیل کہہ دے "نہیں فلانی گل رہ گئی اے، میں حل کرناں" ـــــ تو نبیؐ سے آگے ہوا یا نبی کے پیچھے ہو گیا؟ پھر امتی تو نہیں ہو سکتا۔ نبی علیہ السلام نے تو کھول کر بات بیان کر دی اور چودہ سو سال کے بعد اگر کوئی کہتا ہے "نہیں جی! فلانی گل چھڈی اے اوہ رہ گئی اے، تے ایہہ میں حل کرنا، ایہہ ڈیوٹی میں دیناں" تے اوہ تے نبی کولوں اگے پیا ہوندا اے۔ قرآن تو فرما رہا ہے لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (حجرات ۱) اللہ سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ، نبی سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ ـــ امام آگے ہوتا ہے یا مقتدی آگے ہوتا ہے؟ یہ ہمارے امام صاحبان جو ہم جیسے ہیں ہم ان کے پیچھے ہوتے ہیں یا امام کے آگے ہوتے ہیں؟

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط تاکہ نبی بات کھول کر بیان کر دے۔ اس لئے کسی نے حضورؐ کے بعد دین میں کمی بیشی نہیں کی ـــ اجتہاد اور چیز ہے ـــ استنباط اور چیز ہے۔ دین کی بنیاد رکھنا، دینی نظام بنانا، اصول اور فروع مرتب کرنا، یہ اور بات ہے۔ نہ صدیق کر سکا، نہ عمر فاروق رضؓ کر سکا۔ نہ عثمان غنیؓ کر سکا، نہ علی مرتضیٰؓ کر سکا، نہ کوئی اور کر سکا تو ہم کیسے بھائی آگے پیچھے کر سکتے ہیں؟ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ـ تاکہ نبیؐ بات کھول کر بیان کر دے۔

لیکن پھر لوگوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط پس اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دے دیتا ہے جسے چاہے۔ یہ اللہ کی اپنی مشیّت ہے ـــــ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ اور اللہ غالب ہے، بڑی حکمت والا ہے، جو چاہے کر لیتا ہے، دنیا نہ مانے، سبب نہ ہو کر لیتا ہے، حکیم ہے، جو کرتا ہے اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔

آگے اللہ نے پھر تاریخی مثال بیان فرمائی۔ کیسا غالب ہوں؟ وہ فرعون ہے عون، جو یہ کہا کرتا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ٥ (النّٰزعٰت ۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں۔ دو بندے بھیج دئے فرعون کو سمجھانے کے لئے ـــ دو نبی ـــ موسےٰ اور ہارون علیہما السلام۔ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ٥ (طٰهٰ ۴۳) اے موسیٰ اور ہارون! تم دونوں جاؤ اور جا کر فرعون کو سمجھاؤ۔ اِنَّهٗ طَغٰى۔ وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے۔ میرے مقابلے میں آ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب العالمین! مجھے تو کوئی انکار نہیں ہے لیکن وہ فرعون ہے اُس کے مقابلے میں ہم جائیں؟ ـــ فرمایا۔ میں تمہیں ایک ہتھیار دیتا ہوں۔

وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ہ (طٰہٰ ۴۲)
تم جا کر میرا ذکر کرنا، میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ میں ذاکرین کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔ پھر دیکھا کیا ہوتا ہے۔

آج ذکر سے مسلمان مذاق کرتا ہے۔ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ہ اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ہ

چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں تشریف لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس واقعے کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اس فرعون بے عون کو کس نے ختم کیا؟ العزیز نے، اللہ کی ذات نے۔ اور ختم کرنے میں حکمت تھی کہ فرعونوں کی گردن جھک جائے۔ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (یونس ۹۲) جب فرعون ڈوبنے لگا، غوطے کھانے لگا، تو پھر کہا۔ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ (اعراف ۹۰) اے بنی اسرائیل کے خدا! اے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خدا! میری توبہ! میں مسلمان ہو گیا۔ مانتا ہوں کہ خدا تو ہے۔ میں گپیں مارتا تھا۔ اللہ نے فرمایا۔ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس ۹۱) او بے ایمان! اب توبہ کرتا ہے؟ پہلے میرے مقابلے میں رہا، وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ہ شرارتیں کرتا رہا۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ط (یونس ۹۲) آج میں تیرے بدن کو بچا لوں گا، تیری لاش قیامت تک محفوظ رہے گی تاکہ دنیا دیکھ لے کہ جو کہا کرتا تھا میں خدا ہوں اس کو خدا نے کیسا ذلیل کیا ہے؟ آج بھی فرعون کی لاش عجائب گھر میں موجود ہے۔

تو فرمایا کہ میں نے حکمت رکھی اس میں تاکہ پتہ چل جائے کہ حکیم میں ہوں، عزیز میں ہوں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ، اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر، تورات دی معجزات دئیے۔ کیوں بھیجا؟ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ہ کہ نکال تو اپنی قوم کو کفر کے، شرک کے، وہم کے، غلامی کے اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ط اور ان کو یاد دلا اللہ کے دن —— مصیبتوں کے دن، تکلیفوں کے دن، پہلی قوموں کے عذابوں کے دن۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہ بے شک اس واقعے میں بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے کے لئے، ہر شکر گذار کے لئے۔

اللہ کی نعمتوں کے دو رُخ ہیں کبھی اللہ کی نعمت یوں بھی آتی ہے کہ بندہ دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس پر فرمایا۔ وَاشْكُرُوْا لِيْ — (البقرہ ۱۵۲) میرا شکر ادا کرو۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ۷) تم میرا شکر کرو، میں نعمتوں کو بڑھا دوں گا۔ اور چونکہ میں حکیم ہوں میری حکمت کا تقاضا ہے کہ کبھی کبھی میں تکلیف بھیج دیتا ہوں — ہوتی وہ بھی راحت ہے تمہارے لئے لیکن تم تکلیف سمجھتے ہو۔ ڈاکٹر کہتا ہے بھائی! ٹانگ میں ناسور ہو گیا ہے اور یہ کاٹنا ہی پڑے گا —— ڈاکٹر رحمدلی کے ساتھ کہہ رہا ہے۔ بظاہر ٹانگ کٹ جائے گی لیکن باقی بدن بچ جائے گا —— تو فرمایا تکلیف کی حالتوں میں صبر کرنے والے اور راحت کی حالت میں میرا شکر ادا کرنے والے، یہ تو قرآن مجید کو اور میری ہدایات کو سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جو انگوٹھی تھی، بعض کتابوں میں آیا ہے اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ صبر اور شکر۔ یہ اللہ کی دو نعمتیں انسان کو کامیاب کر دیتی ہیں۔ اللہ کی نعمت آئے تو شکر ادا کرے، تکلیف آئے تو صبر کرے۔ صبر کا معنیٰ کیا ہے؟ برداشت کرے، اللہ کے اور قریب ہو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (البقرہ ۱۵۳) صبر کرو۔ اور صبر کا مفہوم کیا ہے؟ اور نمازیں پڑھو۔ میرے اور قریب ہو جاؤ۔ "بھائی! راتیں نماز وچ نہیں آیا؟" —— "جی میرا ذرا سر دُکھدا سی تے میں نماز گھراں پڑھ چھوڑی سی ——" کٹ گیا خدا سے۔ سر دُکھتا تو ضرور مسجد میں جاتا اور خدا کے قریب ہوتا کہ اللہ! تو نے مجھے تکلیف تو دی ہے، لیکن میں ان تکلیفوں سے تیرا دامن چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ تیری طرف سے جو آئے۔ میں صابر ہوں، اے رب العالمین! مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔

فرمایا۔ جو لوگ صابر ہیں اور جو لوگ شاکر ہیں، اُن کے لئے ان واقعات میں بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ، اور جب فرمایا حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔ اے میری قوم! یاد کرو تم اللہ کا وہ احسان جو اللہ نے تم پر کیا کہ تم کو فرعون کی غلامی سے نکالا۔ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ، جب اللہ نے تم کو نجات دی فرعونیوں سے —— فرعونی کیا کرتے تھے؟ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ، وہ تمہیں پہنچاتے تھے بہت بڑا عذاب، وہ بڑا عذاب کیا تھا؟ (واؤ تفصیلیہ ہے) وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ۔ تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر دیتے تھے تاکہ نسل نہ بڑھے، نسل کشی کرتے تھے۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ط اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھروں میں کام کرتی رہیں وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس نعمت میں، جو اللہ نے بلا تمہار کسی لڑائی جھگڑے کے فرعون کا بیڑا غرق کیا اور اللہ نے تم کو مصر کا بادشاہ بنایا، فلسطین کا بادشاہ بنایا، وَفِيْ ذٰلِكُمْ۔ اس نعمت میں تمہارے لئے، بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ہ تمہارے رب کی طرف سے بخشش تھی بہت بڑی۔

لفظ بلاء متضاد حروف میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ نعمت بھی ہے، اس کا معنیٰ تکلیف بھی ہے، اس کا معنیٰ آزمائش بھی ہے۔ آزمائش یہ بھی کہ ہم دیکھتے تھے کہ تم اب کیا کرو گے؟ قرآن میں آتا ہے دوسری جگہ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ہ (یونس ۱۴)

باقی صـ ۲۶ پر

انسانیت کی تکمیل کے لیے اخلاق اربعہ کی اہمیت

افکار امام ولی اللہ دہلویؒ

مرتبہ: عبدالحمید سواتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طہارت — قرآن کریم میں مختلف آیات میں اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(۱) یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُطَھِّرَکُمْ۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو پاک وصاف کر دے

(۲) وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ۔ اور اپنا لباس خوب پاک وصاف رکھو۔

(۳) وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ طہارت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(۴) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ بے شک کامیاب ہوگیا وہ جس نے پاکیزگی حاصل کی۔

اس میں ہر قسم کی نجاستوں سے اور آلودگیوں سے پاکیزگی حاصل کرنا شامل ہے۔ طبعی نجاست ہو۔ یا نفسانی غلاظت (عقائد باطلہ کفر شرک نفاق الحاد بغض کینہ وغیرہ) اور بری خواہشات سے پاک وصاف ہونا۔ ظاہری اور باطنی پاکیزگی۔ افعال وخیالات اور ذہنی اور فکری پاکیزگی غرض جگہ ہو یا مکان۔ عبادت خانے ہوں یا اسمبلی بازار ہوں یا مارکیٹ، کاروبار ہو یا میونسپلٹی کارپوریشن ہو یا انجمنیں، ادارے ہوں یا جماعتیں، مدارس، سکول، کالج یونیورسٹیاں سیاسیات ہوں یا معاملات۔ معاشرت وغیرہ سب کی تطہیر ضروری ہے۔

امام ولی اللہؒ کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ نفس کو پاک کرنے کا طریق یہ ہے کہ انسان قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع بنائے اور عقل کو شریعت کے تابع رکھے تاکہ روح اور قلب تجلی الٰہی کے نور سے منور ہو جائے۔ تفسیر عزیزی میں ایک دوسرے مقام پر شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ پاکی حاصل کرنا کئی طرح ہے مثلاً نفس کو کفر شرک اور عقائد باطلہ کی آلائش سے پاک کرنا اور فاسد نیت، اخلاق ذمیمہ، بد باطنی کھوٹ، کینہ، دغابازی حسد وتکبر سے وغیرہ سے بھی نفس کو پاک کرنا۔ بدن اور لباس کو ظاہری نجاسات یعنی خون پیپ بول وبراز منی مذی وغیرہ سے پاک وصاف کرنا۔ نیز بدن کو حدث اور جنابت سے پاک کرنا وضو اور غسل کے ذریعہ۔ نیز بدن کو بیرونی فضلات جیسے زیر ناف اور بغل کے بالوں کو صاف کرنا بڑھتے ہوئے ناخن تراشنا بدن پر میل کچیل جمع ہو جائے تو اس کو صاف کرنا سر اور داڑھی کے بال اگر دراز ہوں ہفتہ میں ایک بار دھو کر کنگھی پھیرنا عطر یا خوشبو وغیرہ استعمال کرنا۔

اور مال کو زکوٰۃ وصدقات کے ذریعہ پاک کرنا اور حرام کی آمیزش سے بچنا۔ سود، چوری، غصب، رشوت، خیانت و دیگر حرام ذرائع مثلاً قماربازی بدکاری اور حرام چیزوں کی تجارت جیسے مردار وغیرہ کی تجارت سے بچنا۔

اخبات — ان اخلاق اربعہ میں سے دوسری قسم خضوع (اخبات) ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و نیازمندی کرنا اور چشم دل کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفس سلیم جب خارجی اور طبعی تشویشات سے فارغ ہو اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے فارغ ہو اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور کبریائی اور عظمت وجلال اس کے سامنے ہو اور کسی نہ کسی طرح اس کی توجہ اس طرف ہو۔ تو لامحالہ اس میں ایک دہشت اور حیرت کی حالت پیدا ہوگی اور مقدس ایوان (پاک رنگوں) میں سے کوئی نہ کوئی رنگ اسکا احاطہ کرے گا۔ جب وہ اس حیرت اور دہشت کی حالت سے نیچے اترے گا اور سفلی حالت کی طرف واپس آئے گا تو یہی حیرت و دہشت خضوع اور اخبات کی شکل میں ظاہر ہوگی اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ غلاموں کی حالت ہوتی ہے۔ اپنے سادات اور آقاؤں کے سامنے یا جیسے ایک معمولی درجہ کے کسان کی حالت ہو کسی بادشاہ کے سامنے یا جیسے ایک محتاج سائل کی حالت ایک سخی کریم کے سامنے ہوتی ہے۔ غرض نفس کی یہ حیرانی کی ایسی حالت ہوتی ہے جیسے ملاءِ اعلیٰ کی حالت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلال وکبریائی کے سامنے۔ گویا کہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھنے والی حالت نفس انسانی میں خشوع وخضوع اور اخبات و مناجات کی حالت ہے۔ جب نفس اس کیفیت کے ساتھ رنگین ہو جائے اور یہ اخبات کی خصلت اسکے جوہر میں پیوست ہو جائے تو اس نفس اور ملاء اعلیٰ کے درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور اس نفس پر معارف جلیلہ مترشح ہوتے ہیں جن کی مثال تجلیات الٰہیہ جیسی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اخبات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْا اِلٰی رَبِّھِمْ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (ھود آیت ۲۳)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے رہے تو ایسے لوگ ہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے

فَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَلَہٗ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ (حج آیت ۳۴)

سو تم سب لوگوں کا معبود برحق تو ایک ہی معبود ہے۔ تم سب اسی کے مطیع وفرمانبردار رہو۔ اور اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَیُؤْمِنُوْا بِہٖ فَتُخْبِتَ لَہٗ قُلُوْبُھُمْ (حج آیت ۵۴) اور تاکہ اہل علم اس امر کا اور زیادہ یقین کرلیں کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا کلمہ پڑھا ہے وہی تیرے رب کی جانب سے برحق ہے۔ پھر اس پر ایمان لانے میں اہل علم اور پختہ ہو جائیں۔ اور ان کے دل اس کے سامنے جھک جائیں اور عاجزی اختیار کریں۔

وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (مدثر) اور آپ اپنے رب کی عظمت اور بڑائی بیان کریں۔

سماحت — ان اخلاق اربعہ میں سے تیسری خصلت سماحت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس خسیس اور بہیمی دواعی (جانوروں جیسے خصائل) کے سامنے مغلوب نہ ہو۔ مثلاً لذت کی طلب، انتقام کی خواہش، بخل وحرص کے آگے نفس مغلوب نہ ہو۔ اس خصلت کے مختلف شعبے ہیں اور ہر ایک شعبہ کے اعتبار سے اس کا جدا جدا نام رکھا جاتا ہے۔ اگر نفس داعیہ شہوت فرج وبطن (شرمگاہ اور پیٹ) کی خواہش کو قبول نہ کرے تو اس کو عفت کہتے ہیں اور اگر رفاہیت (انتہائی درجہ کی فارغ البالی آسودگی اور خوش حالی) کے داعیہ کو قبول نہ کرے تو اس کو اجتہاد (محنت وجدوجہد) کہتے ہیں۔ اگر ضجر (تنگ دلی، اور بے صبری) کے داعیہ کو قبول نہ کرے تو اس کو صبر کہتے ہیں۔ اگر انتقام کے داعیہ اور جذبہ کو قبول نہ کرے تو اس کو عفو ودرگزر کہتے ہیں۔ اگر حرص وطمع کے داعیہ کو قبول نہ کرے تو اس کو قناعت کہتے ہیں۔ اور شریعت کی مخالفت کے جذبہ کو قبول نہ کرے یعنی شرع نے جو حدود اور مقادیر متعین کئے ہیں ان کی مخالفت کے جذبہ کو اگر نفس قبول نہ کرے تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔

امام ولی اللہؒ نے الطاف القدس میں تقویٰ کی یہی تعریف فرمائی ہے یعنی محافظت برحدود شرع۔

اس خصلت کی اصل بنیاد اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ رائے کلی دور رس نتائج کی حامل رائے، دواعی خسیسہ، بہیمیہ پر غالب رہے۔ یعنی مفاد عامہ کے لیے ذاتی خواہشات کو قربان کرنے کا جذبہ انسان میں غالب رہے اور وقتی، شخصی اور جزئی مفادات کو اجتماعی مفادات کے مقابلہ میں غالب نہ ہونے دے اس خصلت کے حصول واکتساب کے لیے جو جو مواقع شریعت نے مقرر فرمائے ہیں ان کو اختیار کرنے سے جب یہ خصلت نفس میں داخل ہو کر اس کا ملکہ بن جاتے اور نفس میں

خوب راسخ ہو جاتے تو ایسا انسان جب مرجاتا ہے تو وہ تمام خسیس ہیئتیں اور شکلیں جو اس جہان میں رہتے ہوتے اس کے نفس پر ہجوم کرتی تھیں وہ یکسر ختم اور نابود ہو جاتی ہیں اور وہ شخص ایسا ہوتا ہے جیسا کہ خالص سونا جو کٹھالی سے باہر نکالا جاتا ہے۔ اور یہ سماحت ایسی ہیئت ہے کہ عذاب قبر سے رہائی اکثر اس پر موقوف ہے۔ اور صوفیائے کرام اس خصلت کو زہد، حریت اور ترک دنیا (دنیا سے بے رغبتی) سے تعبیر کرتے ہیں۔ منصور حلاج ؒ نے اپنے سولی پر لٹکائے جانے سے کچھ دیر پہلے یہ اشعار کہے تھے ؎

اطعت مطامعی فاستعبد تنی
ولو انی قنعت لکنت حرًا
طلبت المستقر بکل ارضٍ
فلم ار لی بارضٍ مستقرًا

میں نے اپنے طمع اور لالچ کا اتباع کیا سو اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ کاش اگر میں قناعت اختیار کرتا تو میں آزاد ہوتا۔ میں نے اپنے لیے ہر زمین میں قرارگاہ تلاش کی لیکن کسی خطۂ زمین میں اپنے لیے قرارگاہ نہ پائی۔ قرآن پاک میں اس صفت کی طرف اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے۔

(۱) وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (حشر)

اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو اپنی ذات میں کتنا ہی فقر و فاقہ کیوں نہ ہو۔ اور جس شخص کو بخل و حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ (مدثر) اور ہر قسم کی پلیدی سے دور رہو۔

عدالت

ان اخلاق اربعہ میں سے چوتھی خصلت عدالت ہے۔ اور یہ وہ خصلت ہے کہ عادلانہ نظام حکومت کا قیام اور سیاست عامہ کا صحیح صورت میں قیام اس خصلت پر موقوف ہے۔ اس کی شاخیں اور شعبے بہت سے ہیں۔

اگر انسان مسلسل اپنی حرکات و سکنات میں نظر کرتا رہے اور ہر واقعہ اور حادثہ میں احسن اور صالح وضع اختیار کرے اور ہدایت یافتہ بھی ہو تو اس کا دل اس خصلت کی طرف مائل ہوگا ایسی حالت میں اس کو ادب کہتے ہیں۔ اگر جمع و خرچ خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں بہتر کارسازی اور اچھی تدبیر اختیار کرے تو اس کو کفایت کہتے ہیں۔ اگر تدبیر منزل بہتر طریق پر سرانجام دے تو اس کو حریت (آزادی) کہتے ہیں۔ اگر شہریت اور لشکر وغیرہ کے سلسلہ میں بہتر تدبیر اختیار کرے تو اس کو سیاست مدنیہ کہتے ہیں۔ اگر اپنے بھائی بندوں کے ساتھ نیک وضع اور بہتر زندگی بسر کرے اور ہر ایک کا حق ادا کرے اور ہر ایک کے ساتھ الفت اور بشاشت سے پیش آئے تو اس کو حسن معاشرت کہتے ہیں۔

الغرض کہ اس خصلت سے مدعا یہ ہے کہ نفس ناطقہ اس طرح واقع ہو کہ اچھے نظام کو اختیار کرے اور اس نظام کو برپا کرنے کے لیے پیش قدمی کرے۔

اور جس شخص میں یہ خصلت پوری طرح متحقق ہو گی اس کے درمیان اور ملاءِ اعلیٰ کے درمیان انتہائی درجہ کی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ مقربین جو کائنات میں فیض رسانی کے لیے، وجود حضرت حق کے وسائط ہیں۔ اور عادلانہ نظام کی اقامت ان کی اصل فطرت میں رکھی ہوتی ہے۔ اور ان کو قوی درجہ کی ہمت عطا کی گئی ہوتی ہے جس سے وہ عادلانہ نظام کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔

اب جو لوگ عادلانہ نظام برپا کرنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں ان کی طرف اس جماعت (ملاءِ اعلیٰ) کی طرف سے خاص قسم کی نورانی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو سورج کی کرنوں سے مشابہ ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ اس سے بہت سی نعمتیں اور خوش حالی پیدا ہوتی ہے اور اس نعمت اور رفاہیت سے حاصل ہونے والا اثر اور انس مناسب صورتوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ کسی میں اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بھائی بند اس کے ساتھ صدق معاملہ کرتے ہیں۔

اور کسی میں اچھی خوراک، اچھا لباس، اچھا مکان اچھی بیوی، وغیرہ ہونے کی صورت میں ظہور ہوتا ہے اور جو شخص عادلانہ نظام کی مخالفت کرتا ہے۔ اور شرع کے حکم کے سامنے انکار اور سرتابی اختیار کرتا ہے اور ایسے کام کرتا ہے جو عام لوگوں کے لیے اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ تو ایسے شخص اور ملاءِ اعلیٰ کے درمیان نفرت اور وحشت ظہور پذیر ہوتی ہے اور خاص قسم کی تاریک شعاعیں اس کی طرف میلان کرتی ہیں۔ اور ہر طرف سے اس پر تنگی اور وحشت کا ہجوم ہوتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کی نگاہ میں وہ شخص ملعون ہوتا ہے۔

حکیم الامت امام ولی اللہ ؒ نے دنیا و آخرت کی فلاح کا مدار ان اخلاق اربعہ کو قرار دیا ہے ان میں ہر ایک اپنی جگہ اہم ہے لیکن اجتماعی نکتہ نگاہ سے عدالت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی سوسائٹی میں عدل پیدا نہیں ہو سکتا جب تک محنت کش مزدور، کسان اور روزی کمانے والے افراد و جماعتوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اس سے احتراز کرنا عدالت کے قیام کے لیے ازبس ضروری امر ہے۔ مگر افسوس کہ قدیم زمانہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک سرمایہ پرست ذہنیت رکھنے والے ملوک و امراء کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے کہ دنیا کے اکثر حصوں میں رہنے والے انسانوں کو اقتصادی اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا رکھ کر اور ان کے حقوق کو پامال کر کے انکو اخلاق سے محروم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے نزول کے مقاصد میں سے ایک مقصد عظیم یہ بھی ہے کہ اس ذہنیت کو ختم کیا جائے اور مظلوموں کو اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔ مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کو قائم کردوں۔

اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (نساء) یعنی تم کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تم فیصلہ کرو تو لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل)، اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و انصاف کرنے کا۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ (مدثر) اور کسی کے ساتھ احسان اس لیے نہ کرو کہ اس سے زیادہ بدلہ حاصل کرو۔ (کیونکہ یہ صفت عدل کے خلاف ہے)

امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ عدالت ایک ایسا ملکہ ہے جس سے تدبیر منزل اور سیاست مدینہ میں عادلانہ اور مصلحانہ نظام کا صدور سہولت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی اصلیت ایک نفسانی جبلت ہے جس سے افکار کلیہ اور سیاست مناسبہ کا صدور ہوتا ہے۔ یہ افکار و سیاست اللہ تعالیٰ اور ملائکہ مقربین کے نزدیک پسندیدہ مناسب اور اچھے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عالم کا نظام درست ہو اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آئیں۔ اور جسد واحد کی طرح بن کر رہیں۔ جسم میں جب ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو تمام اعضاء جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نسل انسانی زیادہ سے زیادہ پھلے پھولے اور اس کی کثرت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فاسق کو زجر و توبیخ کی جائے۔ اور عادل انسان کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اور فاسد اور خراب قسم کی رسومات کو مٹایا جائے۔ خیر اور نوامیس حقہ (فطرت کے مطابق اور صحیح قوانین) کی تشہیر کی جائے۔ ملائکہ مقربین نے بارگاہِ الٰہی سے اس بات کو سمجھا ہے۔ اس لیے وہ ایسے لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ جو لوگوں کی اصلاح کے لیے سعی و کوشش کرتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں جو لوگوں میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جو شخص صفتِ خشوع کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی ضد کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو ایسا شخص جب اس مادی جہان (دنیا) سے گذر جاتا ہے تو اس پر تہہ بر تہہ تاریکیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ وہ جہان (برزخ اور آخرت)، چونکہ جبروت (اسماء الٰہیہ، تجلیات اور نفس کلیہ) کے ظہور و انکشاف کا عالم ہے۔ اور یہ صفت اس کے خلاف اور اس کی ضد ہے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

علماء کے نئے فتویٰ پر ایک تحقیقی نظر

(از مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب بہاولنگری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

معاہدہ کا اصل متن جناب نے ملاحظہ فرمایا اب میں آپ سے انصاف کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ "ملک کے پسماندہ طبقات کی فلاح وبہبود کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق جد وجہد اور اسلام اور پاکستان کے تحفظ و سربلندی کیلئے جد وجہد میں اشتراک عمل کار خیر ہے یا شر۔ اگر کار خیر ہے اور یقیناً کار خیر ہے تو ایک کار خیر میں کسی کافر سے معاہدہ کرنے پر جماعت مسلم کی امداد واعانت حرام کیوں اور ان حضرات کی امداد واعانت کا سارا فائدہ سوشلسٹ عناصر کو کیسے۔ اور اگر اس کے علاوہ کسی اور بڑے عمل پر ان کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے تو اس کا بار ثبوت بہر حال مدعی پر ہے جو انشاء اللہ قیامت تک پیش نہ کر سکے گا کیونکہ نظریہ سوشلزم کے متعلق ان علمائے کرام کے بیانات بالکل واضح اور غیر مبہم ہیں۔ چنانچہ اکوڑہ خٹک کے اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے برملا فرمایا کہ: میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ علماء کی یہ جماعت (جمعیۃ العلماء اسلام) اسلام کے سوا ہر ازم ہر نظریہ اور ہر گروہ پر لعنت بھیجتی ہے۔ سوشلزم سرمایہ دارانہ نظام کا ظالمانہ رد عمل ہے اور ایک فریب ہے خود غرض لوگ غریبوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں جمع کر لیتے ہیں (الحق اکوڑہ خٹک ۱۵ نومبر ۶۹ء)

اسی طرح ایک موقعہ پر فرمایا کہ اسلام کے سوا ہم ہر ازم کو کفر سمجھتے ہیں (روزنامہ جنگ کراچی ۱۴ اگست ۶۹ء) پھر فرمایا کہ پاکستان میں قطعی طور پر سوشلزم اور کمیونزم کی کوئی گنجائش نہیں۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۱۹ ستمبر ۶۹ء)

جمعیۃ کے دوسرے سرکردہ رہنما حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے فرمایا کہ سوشلزم، کمیونزم، مغربی جمہوریت اور سرمایہ دارانہ نظام اسلام اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں (حریت)

نیز سکھر میں جلسہ عام سے آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سوشلزم پر لعنت بھیجتا ہوں (روزنامہ جنگ کراچی ۱۶ ستمبر ۶۹ء) اور فرمایا کہ سوشلزم اور اسلامی سوشلزم دونوں خطرناک ہیں (روزنامہ مشرق لاہور)

بطور مشتے نمونہ از خروارے دو اکابر جمعیۃ کا سوشلزم کے متعلق نظریہ جناب نے ملاحظہ فرمایا۔ جمعیۃ کے تمام اکابر واصاغر کا سوشلزم کے متعلق یہی نظریہ ہے جس کا وہ اپنی ہر تقریر و تحریر میں اعلان و اظہار فرماتے رہتے ہیں جو غالباً ان مفتیان کرام کی نظر رسا سے اوجھل نہیں ہوگا۔ چونکہ معاہدہ اشتراک عمل اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى الخ۔ کے تحت واجب وحرام میں مشترک ہے۔ لہذا بغیر تعیین فتویٰ خلاف اصول و ناجائز ہے۔

ایک شبہ اگر یہ کہا جائے کہ بیشک اس معاہدہ کی کوئی شق تو خلاف اسلام اور قابل مواخذہ نہیں لیکن اس سے غیر شعوری طور پر سوشلزم کو تقویت پہنچتی ہے۔

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور دعویٰ محض بغیر دلیل کے معتبر نہیں ہوتا۔ یہ ایک بے بنیاد ظن ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا اِن الظن لا یغنی من الحق شیئاً نیز فرمایا ان بعض الظن اثم۔ جس طرح کسی کا یہ کہنا قابل اعتنا نہیں کہ فلاں جماعت کے طرز عمل سے غیر شعوری طور پر سرمایہ داری کو تقویت پہنچتی ہے (جب کہ اس پر کوئی دلیل نہ ہو) اسی طرح یہ کہنا کہ علماء کرام کے اس معاہدے سے سوشلزم کو غیر شعوری طور پر تقویت پہنچتی ہے ناقابل توجہ ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر کسی شخص یا جماعت کے کسی عمل سے غیر شعوری طور پر سوشلزم کو تقویت پہنچنے کی وجہ سے وہ فعل حرام ہو جاتا ہے تو پھر یہ فتویٰ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہیئے کیونکہ (ان حضرات کے قول کے مطابق) جتنی تقویت علماء کرام کے اس معاہدے نے سوشلزم کو پہنچائی ہے۔ اس لیے اس فتویٰ نے علماء کرام کے باہمی اتحاد کو ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل بنا کر رکھ دیا ہے اور اس سے غیر شعوری طور پر صرف سوشلسٹ عناصر کو ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ (جیسا کہ خود اس فتویٰ میں مذکور ہے) سوشلسٹ عناصر نے اپنے باہمی اختلاف کے باوجود اپنی قوت کو متحد کر لیا ہے اور اس کا مقابلہ اسی صورت میں ممکن تھا جبکہ تمام علماء کرام اور اسلام دوست عناصر متحد ہوتے اور ان کے ووٹ تقسیم نہ ہوتے۔ حالانکہ اس فتویٰ نے اس اہم دینی کام کو مشکل تر بنا دیا ہے۔ بیشک فتویٰ میں یہ نیک خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ اس وقت پاکستان میں اسلام بلکہ خود پاکستان کی بقا اس پر منحصر ہے کہ جتنے کلمہ گو مسلمان صحیح اسلام کے داعی ہیں وہ اس مقصد کے لیے متحدہ محاذ بنا کر کام کریں تاکہ اسلام پسند عناصر کے ووٹ تقسیم نہ ہوں۔ بے شک یہ خواہش بڑی نیک اور قابل قدر خواہش ہے۔ لیکن عمل جب خواہش کے خلاف کیا جاوے تو وہ عمل کتنی بھی نیک نیتی سے کیوں نہ کیا جائے اپنے منطقی نتیجہ میں خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔

دوسرا شبہ اگر یہ کہا جائے کہ (جیسا کہ اس فتویٰ میں کہا گیا ہے) اہل علم دین کا ان کے ساتھ اختلاط مسلمانوں کے قلوب سے اس کافرانہ نظام کی نفرت کم کرے گا اس لیے ان علما کی اعانت حرام ہے۔

جواب اول یہ ہے کہ اختلاط بے شک نفرت کم کرے گا۔ خواہ معاہدہ کر کے اختلاط ہو یا بغیر معاہدے کے تو کیا یہ خود مفتیان کرام سرمایہ داروں اور سوشلسٹوں سے اختلاط میں یہی احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں اور کسی بھی سرمایہ دار یا سوشلسٹ سے کسی قسم کا اختلاط نہیں رکھتے نہ ہی کسی باطل نظریے والے کو اپنے دروازے پر آنے دیتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی مجالس میں شرکت کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ہاں یہ پابندیاں ہیں تو وہ صاحب یہ بات کہنے میں ایک حد تک حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ لیکن غالباً حقیقت و نفس الامر میں ایسے ہے نہیں۔

جواب ثانی یہ ہے کہ اگر یہ علماء کرام ان عناصر کی مجالس میں (اگر کبھی جانے کا اتفاق ہو) اس نظریہ کی تائید و تحسین بلکہ سکوت کے

ساتھ بھی شریک ہوں تو بے شک یہ اختلاط مسلمانوں کے قلوب سے نفرت کم کرنے کا موجب ہوگا لیکن جب دوسری مجالس کی طرح ان کی مجالس میں بھی برملا اس نظریے کی تردید و تغلیط کریں (جیسا کہ یہ حضرات کرتے ہیں)، تو کیا پھر بھی اختلاط نفرت کم کرے گا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ خود ان عناصر کے قلوب میں بھی اس نظریہ کی نفرت پیدا کرے گا۔

جواب ثالث یہ کہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر مسلموں کی مجالس میں اعلان و اظہار حق کیلئے شرکت فرماتے رہتے تھے۔ وکفیٰ بہ قدوۃ

جواب رابع یہ کہ آپ کے اس ارشاد سے کہ یہ "علماء کرام سوشلسٹ یا سوشلسٹ نواز ہیں" کیا عوام کے قلوب سے اس کافرانہ نظام کی نفرت کم ہوگی۔ کیونکہ عوام یہ کہیں گے کہ اگر یہ نظریہ واقعی اتنا بڑا ہوتا تو بڑے بڑے علماء کرام اور محدث و فقیہ کیوں سوشلسٹ یا سوشلسٹ نواز ہوتے کیا آپ حضرات غیر شعوری طور پر عوام کے قلوب سے اس کافرانہ نظام کی نفرت کم کرنے کا باعث نہیں بن رہے۔

تیسرا شبہ اگر یہ کہا جائے (جیسے بعض نام نہاد اسلام پسند کہتے ہیں) کہ مفتی محمود اور دیگر اکابر جمعیت نے فتوٰی کی مخالفت کر کے اپنے اور اپنے ہمنواؤں کے سوشلسٹ و کمیونسٹ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے یعنی اگر یہ حضرات سوشلسٹ نہیں تو اس فتوٰی کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔

جواب اول یہ کہ اعتراض سے پہلے کم از کم سرسری نظر سے ہی ایک دفعہ فتوٰی کو دیکھ لیا ہوتا تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ یہ فتوٰی صرف سوشلزم و کمیونزم کے خلاف ہی نہیں بلکہ علماء کرام کے خلاف بھی ہے جیسا کہ سلسلہ سوال و جواب کی چوتھی قسم کی جماعت کے متعلق عبارت صاف بتلا رہی ہے مگر باوجود اس کے پھر بھی یہ حضرات بالکل خاموش رہے لیکن کوئی تو ان پر "منقار زیر پر" کی پھبتی کستا اور کوئی یہ الزام دیتا کہ اگر یہ لوگ سوشلسٹ نہ ہوتے تو تردید و مخالفت کیوں نہ کرتے چنانچہ مجبوراً ان حضرات کو حقیقت سے پردہ اٹھانا پڑا۔ اس پر بھی وہی شتر مرغ قسم کے لوگ الزام دینے لگے کہ اگر یہ لوگ سوشلسٹ نہ ہوتے تو فتوٰی کی مخالفت نہ کرتے۔ یعنی بالفاظ دیگر اگر یہ لوگ سوشلسٹ نہ ہوتے تو اپنے سے غلط الزام کی تردید کا بھی حق دینے کے لیے تیار نہیں اور اپنے لیے ہر تنقید کا حق محفوظ رکھتے ہیں ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جواب ثانی یہ کہ اگر ان لوگوں پر سرمایہ داروں کا ایجنٹ یا ان کے آلہ کار ہونے کا الزام لگا دیا جاتے اور یہ لوگ اسکی تردید کریں تو کیا یہ کوئی انصاف ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر یہ سرمایہ داروں کے زر خرید ایجنٹ یا آلہ کار نہ ہوتے تو اس الزام کی تردید کیوں کرتے۔

جواب ثالث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کاہن و ساحر اور مجنون جیسے غلط الزامات عائد کیے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے باری تعالیٰ نے تردید فرمائی تو کیا کوئی صالح یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر آپ نعوذ باللہ کاہن و ساحر اور مجنون نہ ہوتے تو اس الزام کی تردید کیوں کرتے۔

جواب رابع یہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون کسی خاص لا آف صالح سے لیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے سے کسی غلط الزام کی تردید کرے گا وہ اس کا اقرار کرنے والا سمجھا جائے گا۔

کیا تمام مزدور سوشلسٹ ہیں؟

یہ ساری بحث اس وقت ہے جب ہم تمام لیبرز کو سوشلسٹ فرض کر لیں حالانکہ یہ بات خود محل بحث ہے کہ کیا تمام لیبرز سوشلسٹ ہیں بھی یا نہیں اور اگر کوئی ایک یا چند افراد خدانخواستہ سوشلسٹ ہوں بھی تو تمام لیبرز کو اچھوت بنا کر سوشلزم کی گود میں دھکیل دیا جاتے۔ یقیناً سوشلزم کی خدمت ہے نہ کہ اسلام کی۔ کیونکہ اس صورت میں مزدور یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اسلام صرف امیروں کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ غریبوں اور مزدوروں سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ لہذا جو مذہب ہمارے حقوق کی حفاظت نہیں کرسکتا ہمیں اس کو اپنا لینے کی ضرورت نہیں۔

"اسلام سب کے حقوق کا محافظ ہے"

جب اسلام نے امیر، غریب، مزدور صنعت کار، کسان، زمیندار اور ہر ایک کے حقوق کی تحدید و تعیین کر کے نہایت ہی عادلانہ تحفظات دیتا ہے اور ایسا بے مثال نظام معیشت عطا کیا ہے۔ جس کا عشر عشیر بھی کوئی نظریہ پیش نہیں کرسکتا" تو کیوں اس سے ہر ایک کو روشناس نہ کرایا جائے اور اسلام کی عطا کردہ مراعات سے ہر ایک کو فائدہ اٹھانے کا موقع کیوں نہ دیا جائے کیا اسلام کے پاس پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں "تاکہ ہر اس غریب کو جو اپنا حق مانگے سوشلسٹ کہہ دیا جاتے جس سے غیر شعوری طور پر یہ تاثر لیا جائے گا کہ پسماندہ طبقات کی مشکلات کا حل سوشلزم میں ہے۔ اسلام میں نہیں۔ ہر اس غریب کو جو اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرے سوشلسٹ سوشلسٹ کہہ کر دھتکار دینا کیا اسلام کی خدمت ہے یا سوشلزم کی۔

"ایک تصویب کا تجزیہ"

چند دن ہوئے کراچی کے ایک دینی "ماہنامہ" کے مدیر نے اداریہ بعنوان "علماء کرام کا فتوٰی" تحریر فرمایا ہے۔ جس میں فتوٰی مذکور کی تصویب کرتے ہوئے چند ایک ایسی باتیں بھی تحریر فرما دی ہیں جو ایک صاحب علم و فکر کے مناسب شان نہیں ہیں۔

آں محترم نے لکھا ہے کہ "حقیقت یہ ہے کہ اس فتوٰی میں کسی فرد یا جماعت کو متعین کر کے کافر کہا ہی نہیں گیا بلکہ علماء نے صرف اسلام اور کفر کی حدود کو ممتاز کرنے کا اہم فریضہ ادا کیا ہے جس کی زد میں صرف وہ گنے چنے سوشلسٹ اور کمیونسٹ ہی آتے ہیں جو خدا کے وجود

کے منکر ہیں۔ قرآن یا حدیث کو حجت نہیں مانتے یا اسلام کو معاش سے خالی یا سوشلزم کو اسلامی معیشت سے برتر سمجھتے ہیں۔

الف۔ کیا جناب نے سلسلہ سوال وجواب کا مکمل متن پڑھ کر تصویب فرمائی ہے یا صرف سن سنا کر بصورت اول کیا سوال وجواب ایک ہی جماعت کے متعلق ہیں یا چار جماعتوں کے متعلق اگر چار جماعتوں کے متعلق ہیں اور یقیناً چار جماعتوں کے متعلق ہی ہیں تو صرف ایک جماعت کے متعلق جواب کو نقل کر کے یہ تاثر دینا کہ یہ فتوٰی صرف گنے چنے ان سوشلسٹ وکمیونسٹ افراد کے متعلق ہے جو خدا کے وجود کے منکر ہیں الخ کیا جناب کی دیانت و امانت اور ضمیر اس کی اجازت دیتے ہیں۔

ب۔ سلسلہ سوال وجواب کی چوتھی قسم کی جماعت حسب صراحتِ سوال وجواب صرف علماء کرام کی جماعت ہے جس پر اپنی طرف سے الزام لگا کر فردِ جرم عائد کی گئی ہے تو آپ کا فرمانا کہ یہ فتوٰی کسی فرد یا جماعت کے خلاف نہیں تحکم یا تجاہل عارفانہ ہے ایک عالم کے شایان شان نہیں۔

(۳) آپ نے مزید لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں انتہائی افسوسناک اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ بعض سوشلسٹ نواز علماء بھی اس فتوٰی کی مخالفت کرتے ہوئے ہر کلمہ گو کو مسلمان کہنے کا اعلان کر رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

تنقید و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ادارہ خدام الدین کے نام دو مطبوعات ارسال فرمایئے!

تذکرہ شاہ دولہؒ

مصنف: ایم. ایس نسیم چوہدری
قیمت: ساڑھے سات روپے
طابع: سندھ ساگر اکادمی، مسلم مسجد لاہور

پنجاب کے علاقہ میں اگر کسی کا سر پیدائشی اعتبار سے چھوٹا رہ گیا تو اسے دیکھنے والا شخص فوراً "شاہ دولہ کا چوہا" کی پھبتی کسنے لگا اور یہ بات مشہور ہے کہ ضلع گجرات میں اگر کسی عورت کے ہاں چھوٹے سر اور لمبے کانوں والا بچہ پیدا ہو جائے تو اسے شاہ دولہ کے مزار پر "چڑھاوا" کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے، وہاں سے مختلف پیشہ ور گداگر زر کثیر صرف کر کے خرید لیتے ہیں اور اسے اپنے لیے ذریعہ آمدن بناتے ہیں۔ ناقص الخلقت یا چھوٹے سروں والے بچوں کے متعلق اور بھی نہایت خوفناک اور دلدوز واقعات سننے میں آتے ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں مفاد پرست لوگوں کی پیدا کردہ ہیں۔ اصل حقائق و واقعات کچھ اور ہیں۔!

محکمہ اوقاف نے مختلف مقدس مقامات پر جب سے قبضہ کیا ہے۔ اس نے بعض اہم علمی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ مثلاً سندھ میں شاہ ولی اللہ اکادمی کا قیام کر کے اچھی اچھی علمی اور تاریخی مطبوعات پیش کی ہیں۔ لاہور میں بھی قابل تحسین علمی خدمات انجام دی جا رہی ہیں۔ لیکن مختلف اولیاء کرام اور بزرگوں سے متعلق مزارات اور خانقاہوں سے لاکھوں روپے کی آمدنی وصول کرنے کے باوجود محکمہ اوقاف کو ان بزرگوں کی سوانح حیات اور ان کے روحانی فیوض و برکات کے متعلق معلوماتی لٹریچر شائع کرنے کی بہت کم توفیق ہوئی ہے۔

علاقائی مقدس مزارات میں سے ضلع گجرات کے بزرگ شاہ دولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے کارناموں پر یہ پہلی معلوماتی کتاب ہے جسے ایک نوجوان ادیب اور انشاء پرداز جناب نسیم چوہدری نے نہایت سلیس اور شستہ انداز میں تحریر کیا ہے اس کتاب میں "شاہ دولہ" کے چوہوں کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت شاہ دولہ دریائی چونکہ معذور، ناقص الخلقت بچوں سے جذبہ ترحم کے تحت محبت و پیار کیا کرتے تھے۔ بیکسوں، بیماروں اور اپاہجوں کے ساتھ ان کی شفقت و غمخواری درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے ان کا آستانہ ایسے مفلوک الحال انسانوں کا مرکز و محور بنا ہوا تھا۔

ایک عظیم صوفی اور انسانوں کے سچے خیرخواہ بزرگ شاہ دولہ دریائی کے حالات و واقعات اور ان کے تاریخی کارناموں پر معلوماتی کتاب کی اشد ضرورت تھی۔

جناب نسیم چوہدری صاحب نے مزار شاہ دولہ کے منیجر اوقاف کی حیثیت سے چونکہ حالات و واقعات کا قریب سے مطالعہ کیا اور گہری نگاہ سے جائزہ لیا ہے۔ اس لیے کتاب کا معلوماتی پہلو وسیع تر ہو گیا ہے۔

اس کتاب کو تین حصوں میں پیش کیا ہے پہلے حصہ میں ان اولیاء وصوفیاء کا تذکرہ ہے جنہوں نے مغربی پاکستان کے علاقہ میں اشاعتِ اسلام کی خدمات انجام دیں۔

دوسرے حصہ میں گجرات کے علمی ماحول اور روحانی فیض کا ذکر ہے اور تیسرے حصہ میں حضرت شاہ دولہ دریائیؒ کی کرامتوں اور فیوض و برکات سے روشناس کرایا گیا ہے۔ جن کی صحت وعدم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کشف وکرامات کا دامن عموماً مبالغہ آرائی سے خالی نہیں ہوتا۔

مجموعی حیثیت سے تذکرہ شاہ دولہ ایک معلوماتی کتاب ہے۔ جسے محکمہ اوقاف کو چاہیئے کہ وہ ملک کی تمام قومی لائبریریوں اور مدارس اسلامیہ کے دارالمطالعوں میں تقسیم کرنے کا انتظام کرے تاکہ تاریخی شخصیات کی سوانح حیات سے لوگ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں۔ علمی، ادبی اور تاریخی ذوق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ کتابت و طباعت کا معیار بھی اچھا ہے۔

مولوی سعید احمد کو صدمہ

یہ خبر حلقہ خدام الدین میں انتہائی رنج و غم سے سنی جائے گی کہ مولوی سعید احمد بہاولنگری کے بھتیجے مسعود احمد صاحب کے جواں سال صاحبزادے گذشتہ دنوں ایک مختصر سی علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم بڑے پاکیزہ خصلت اور صالح نوجوان تھے۔ اُن کے خاندان کی دینی خدمات مسلمہ ہیں۔ قارئین خدام الدین سے التماس ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔ ادارہ خدام الدین مولوی سعید احمد صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ (منظور سعید احمد)

بقیہ: درسِ قرآن

ہم دیکھتے تھے تم کیا کروگے؟ — فرعون کی پیروی کروگے کہ موسیٰ کی کروگے؟ یہ ابتلاء بھی ہے — اور یہ بھی ہے کہ بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت تھی کہ فرعون کا بیڑا غرق ہوا اور تمہیں اللہ نے آزادی دی۔ اور بلاء کا معنیٰ مصیبت بھی ہے (یہ اشارہ پھر بعید کے لئے ہو جائے گا) وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس بات میں — ذٰلِكَ اشارہ بعید ہے) اور اس بات میں جو فرعون تمہارے ساتھ برتتا تھا، تمہارے بچوں کو قتل کرنا، تمہاری بچیوں سے بڑے کام کرانا، ذلّت کے کام کرانا، اس میں تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت تھی، خدا نے تم کو اس مصیبت سے چھڑا لیا۔

اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں قرآن کے ساتھ لگاؤ نصیب فرمائے، اللہ ہمیں اپنی نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: انسانیت کی تکمیل . . . . . .

اس لیے اس کے دل پر درد والم نفرت اور تنگی کا ہجوم وارد ہوگا۔

اور اسی طرح جو شخص سماحت کی ضد کے ساتھ متصف ہو۔ اور حبّ مال وجاہ واولاد کے تعلقات میں پھنسا ہوا ہو۔ اور خسیس ہیات، بھوک پیاس، غصہ وغیرہ اس کے دل پر ہجوم کر رہی ہوں اس کی مثال ایسی ہے جس طرح مہر کو موم پر لگاتے ہیں تو اس میں نقش بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ خسیس ہیات اس کے دل پر بیٹھ جاتی ہیں۔

اور جس شخص میں سماحت کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس کی مثال پانی جیسی ہے کہ اس سے زائل ہوتے ہی صورت ونقش نابود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ تعلقات اس کے ساتھ پیوست نہیں ہوتے امام ولی اللہؒ نے اس مطلب کو واضح کرنے کے لیے ایک شعر بھی کہا ہے ؎

بوسعت مشربان رنگ تعلق ورنمی گیرد
اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد

یعنی وسیع مشرب (فیاضی اور سماحت والے) لوگ تعلقات کا رنگ نہیں پکڑتے۔ اگر نقش بر آب بناؤ تو اس کا کچھ اثر بھی دریا پر نہ ہوگا

غرض شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طہارت کی صفت کے اکتساب وحصول کیلئے وضوء اور غسل وغیرہ مقرر فرمائے ہیں۔

امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ طہارت صرف وضوء اور غسل میں منحصر نہیں بلکہ صدقہ دینا (یہ وتطہیر اموال) اور ملائکہ اور بزرگوں کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا۔ اور ایسے کام کرنا جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے اور وہ خوش دل ہوں اور دعائیں کریں۔

نیز ڈاڑھی، مونچھ اور بالوں کو ملت میں معتاد اور مستحسن وضع پر رکھنا۔ اور متبرک مقامات میں معتکف ہونا اور پاکیزہ لباس پہننا خوشبو استعمال کرنا اور طہارت پر سونا اور سوتے وقت اللہ کا ذکر کرنا اور پریشان خطرات سے اپنے دل کی حتی الامکان حفاظت کرنا۔ اور موذی مواد و اخلاط کو اپنے بدن سے دور کرنا اور ایسی غذائیں استعمال کرنا جن سے صالح کیلوس پیدا ہو۔ یہ سب باتیں طہارت پیدا کرنے میں اور اس کو تقویت دینے میں مدد کرتی ہیں۔

خشوع کی صفت حاصل کرنے کے لیے نماز، مناجات، تلاوت، ذکر، دعائیں، اور تعوذات کا سلسلہ مقرر کیا گیا ہے۔

سماحت کی صفت حاصل کرنے کے لیے عفو اور حسنِ خلق وغیرہ جیسی باتیں مقرر کی گئی ہیں۔ اور عدالت کی صفت حاصل کرنے کے لیے بیمار پرسی، سلام کرنا اور حدود وآداب کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

پس اگر کوئی شخص جو احسان کا معنی جانتا ہے یعنی نور طہارت اور خلاصہ مناجات کی حقیقت سے واقف ہے اور اس نے اس کو حاصل بھی کیا ہے پھر اگر اپنے اندر یہ معنی نہ پائے تو اس کو تحقیق کرنی چاہیئے کہ اس کا سبب کیا ہے اگر طبیعت کی قوت اس معنی کے حصول سے مانع ہے تو ایسے آدمی کے لیے روزہ رکھ کر اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور اگر شہوت کا غلبہ زیادہ ہو تو اس کا علاج نکاح کے ذریعہ کیا جائے۔ اگر لوگوں کی صحبت مانع ہو تو اس کا علاج اعتکاف اور قلتِ اختلاط (لوگوں سے میل جول میں کمی) کیا جائے اگر فکری مراکز (دماغی قوتیں) مشوش خیالات سے پُر ہوں تو زیادہ دیر تک ذکر کرنے سے علاج کیا جائے۔ اگر اہلِ دنیا کی رسومات کا ہجوم ہو تو ایسی صورت میں اپنے وطن سے ہجرت اختیار کرنے سے اس کا علاج ہوگا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

لال دین ــــــ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ماں باپ کی خدمت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ ماں باپ کی خدمت کرو۔ تاکہ تم اپنے ماں باپ کی ...... خوشنودی سے جنت میں جاؤ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جو ماں باپ کو خوش رکھے گا اس سے میں خوش ہوں گا۔ اور جو اپنے ماں باپ کو ناراض رکھے گا۔ اس سے میں بھی ناراض ہوں گا۔ عزیز بچو تم سوچو کہ جس سے خدا تعالےٰ ناراض ہو جائیں۔ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ دوزخ کے سوا اس کا کہیں ٹھکانا ہی نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حج پر جانا چاہا اپنی ماں سے اجازت طلب کی ماں نے اجازت دے دی۔ آپ چلے گئے جب آپ نے آدھا راستہ طے کیا۔ تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ماں باپ کی خدمت حج سے زیادہ ضروری ہے۔ اس سے میں زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ آپ واپس لوٹ آئے۔ ماں باپ کی خدمت کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فائدے بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے والدین کو اُف [illegible] اس میں بھی بے ادبی [illegible]ں سے معلوم ہوا ماں باپ ہی کی خدمت سے نجات حاصل ہوگی۔ آج کل اولاد کی یہ حالت ہے۔ کہ جس کے والدین بوڑھے ہو چکے ہوں۔ اولاد انہیں دیکھنا ہی پسند نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ کہ اکثر بچے والدین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ اور ہر بات میں پے در پے جواب دیتے ہیں۔ ذرہ بھر ماں باپ کا ادب نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت حلیمہؓ تشریف لائیں آپ کھڑے ہوگئے۔ اور نہایت تعظیم سے ان کی بات سنی۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت بایزیدؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ماں نے ان سے پانی مانگا وہ پانی لینے گئے دیکھا تو مٹکا خالی تھا نہر پر چلے گئے۔ پانی لے کر واپس آئے تو ماں کی آنکھ لگ گئی تھی۔ انہوں نے ادب کے لحاظ سے ماں کو نہ جگایا اور پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے سخت سردیوں کا موسم تھا۔ جب وہ جاگیں تو پانی پیا اور دعا دی۔ ایک بار ان کی ماں نے حکم دیا۔ کہ دروازہ کھول دے۔ اتنا کہا اور سوگئیں۔ حضرت بایزیدؒ نے دروازے کے پاس کھڑے کھڑے اس سوچ میں صبح کردی۔ کہ پہلے دایاں دروازہ کھولوں یا بایاں۔ ایسا نہ ہو کہ والدہ صاحبہ جس دروازہ کو کھلوانا چاہتی تھیں۔ میں اس کو چھوڑ کر دوسرا کھول دوں۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں جب اسی حالت میں صبح ہوگئی۔

پیارے بچو۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہر حالت میں ماں باپ کی خدمت کریں اور ان کی خدمت کرکے ان سے دعائیں لیں ماں باپ کی دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں جس کو ماں باپ کی دعا لگ گئی سمجھو کہ دونوں جہانوں میں وہ کامیاب و کامران ہوگیا۔ اور جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی اور ان کا دل رنجیدہ کیا پس اس کا ٹھکانا جہنم سمجھئے۔ آیئے آج سے عہد کریں۔ کہ ہم ماں باپ کی ہر وقت فرمانبرداری کریں گے۔ اور کبھی ان کے دل رنجیدہ نہ کریں گے۔

الغرض ماں باپ کی خدمت کرنا گویا خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماں باپ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

حضرت صفیہؓ کی بہادری

ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر تمام مسلم خواتین کو ایک قلعہ میں مقیم کر دیا تھا۔ حضرت حسانؓ بن ثابت اس قلعہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ آپؓ ضعیف ہونے کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے۔ قلعہ میں حضرت رسول پاک کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔

یہودیوں کے چند آدمی عورتوں پر حملہ کی غرض سے ادھر آگئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو قلعہ کے پاس بھیجا۔ حضرت صفیہؓ نے اسے آتے دیکھ لیا۔ اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ اسے مار ڈالے۔ مگر آپؓ کافی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھے اس لئے آپ خود اٹھیں۔ اور خیمے کا ایک کھونٹا لے کر اس بدبخت پر پل پڑیں یہودی وہیں ڈھیر ہوگیا۔ آپ نے اس کا سر قلم کرکے قلعے کی دیوار سے باہر پھینک دیا۔ اس سے دوسرے یہودی خوفزدہ ہوگئے۔ اور یہ سمجھے کہ قلعے کے اندر مرد ضرور موجود ہیں۔ پھر وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔ اور اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

غافل نہ ہو

مرزا شبیر بیگ ساجد، راہوالی

پُرخطر ہے زندگی کی رہگذر غافل نہ ہو
چوکس و ہشیار رہ او بے خبر غافل نہ ہو

کون جانے موت کب لے لے تجھے آغوش میں
ہر گھڑی انجام ہو مدِ نظر غافل نہ ہو

بندہ ہے تو بندگی کر بندگی کر بندگی
زندگانی کی غرض سے بے خبر غافل نہ ہو

دم بدم لحظہ بہ لحظہ آخرت کو یاد رکھ!
مقصدِ ہستی سے ہرگز چشمِ تر غافل نہ ہو

کینہ و بغض و حسد سے دل کو اپنے پاک رکھ
اور انسانوں کے غم سے لحظہ بھر غافل نہ ہو

تو گنہگار ہے قادر کے در پر ہر گھڑی
دل میں اُس کا خوف ہو شام و سحر غافل نہ ہو

ہے فرشتوں کو بھی جس کی ہمسری کی آرزو
تو ہی ہے ساجد وہ اک نادر گہر غافل نہ ہو

★

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

عکسی طباعت سے مزیّن

مرتّبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنتِ شاقہ اور زرِ کثیر کی لاگت کے بعد شائع ہو گیا

ہدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
	۱۲ روپے	۹ روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کُل قیمت بھیجنی آنا ضروری ہے۔ وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیے،

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا سیّد تاج محمود صاحب امروٹی نوّر اللہ مرقدہ

وفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
ششماہی	"	۶
"	"	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	"	۴۲
بحری جہاز	"	۱½
ہوائی ڈاک ششماہی	"	۲۱
بحری	"	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
بحری	۸۰	۲۲

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷ - ۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ / ۶۷ - ۲ - ۵۹ ، مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۳۰ - ۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء